

بیادگار: حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خوابدین کا ترجمان

ماہنامہ
کھنؤ

جلد نمبر ۶۱

شمارہ نمبر ۷

جولائی ۲۰۱۷ء

سالانہ رقعادوں

برائے ہندوستان : ۲۰۰ روپے
غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۳۵ امریکی ڈالر
فی شمارہ : ۲۰ روپے
لائف ٹائم خریداری : ۸۰۰۰ روپے

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اور مکمل صاف پتہ ضرور لکھیں، اگر مدت خریداری کے ختم ہونے کے وقت کی پرہی پڑے گی چٹ پرگی ہو تو براہ کرم مدت خریداری ختم ہوتے ہی رقم ارسال فرمائیں۔ (نمبر)

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

مجلس ادارت

میمونہ حسنی
عائشہ حسنی
جعفر مسعود حسنی
محمود حسن حسنی

ذراعت Rizwan Monthly لکھنؤ

زر قلعوں اور خط و کتابت کا پتہ

Rizwan (Monthly)

172/54, Mohammad Ali Lane
Gwynne Road Lucknow
Pin: 226018- Mobile: 9415911511

ماہنامہ رضوان

۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گون روڈ لکھنؤ

پین کوڈ: ۲۲۶۰۱۸ - موبائل: ۹۴۱۵۹۱۱۵۱۱

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لیے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

E-Mail : azizpaitepuri@gmail.com

کیوزنگ: ناشر کیپٹر، لکھنؤ فون: 9792913331

فہرست مضامین



- ۵ اپنی بہنوں سے مدیر
- ۶ حدیث کی روشنی میں امۃ اللہ تسنیم
- ۸ تاریخ کا تحفظ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
- ۱۰ خدا فراموشی کے نتائج شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۱ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کتاب و سنت کی روشنی میں مولانا محمد تبریز عالم قاسمی
- ۱۶ کل نفس ذائقۃ الموت مولانا محمد نجیب قاسمی
- ۲۰ مصائب و آلام کی حقیقت پروفیسر محمد یونس
- ۲۴ غصہ برائیوں کا سرچشمہ مولانا محمد خالد سعید اعظمی
- ۲۶ امت پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق مولانا رضوان اللہ پشاوری
- ۳۳ شاید کوئی مل جائے ابو یحییٰ
- ۳۴ سورہ کہف اور چار فتنے احتشام احمد
- ۳۵ صدقہ - ردِ بلا حنا گل
- ۳۶ کیا ہماری بہنیں محفوظ ہیں؟ کامران غنی صبا - پٹنہ
- ۳۷ سوال و جواب مفتی راشد حسین ندوی
- ۳۸ میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟
- ۴۱ آخری صفحہ مولانا قمر الزماں ندوی



اپنی بہنوں سے

آسانی تعلیمات ہوں یا صحیح دینی دعوت اور بلند سے بلند تر زندگی گزارنے کے اصول ہوں یا زندگی گزارنے کے بہترین قوانین ہوں یہ اسی وقت قائم رہ سکتے اور رہنمائی کر سکتے ہیں جب ان کے داعی ان پر عمل کر کے عملی نمونہ پیش کریں، اگر عملی نمونہ کی ضرورت نہ ہوتی صرف فلسفہ سے اور زبان سے بیان کر دینے سے کام چل سکتا تو ان آسانی تعلیمات کا صرف اعلان کر دیا جاتا لیکن ہوتا اس کے برعکس ہے۔ اللہ نے پہلے رسولوں کو پیدا فرمایا جنہوں نے ان تعلیمات اور احکام خداوندی پر پہلے خود عمل کر کے پوری دنیائے انسانیت کے لئے عملی نمونہ پیش کیا۔ عبادات، معاملات، حکومت غرض کہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں ان رسولوں کی زندگی سے رہنمائی ملی اور یہ سلسلہ صرف رسولوں تک محدود نہیں رہا بلکہ ان رسولوں کے حواریں اور صحابہ بھی اس راہ پر استقامت کے ساتھ ثابت قدم رہے اور انہوں نے اپنے زمانہ اور آنے والی نسلوں کے لئے عملی نمونے پیش کئے۔ اس طرح انہوں نے یہ ثابت کیا کہ یہ آسانی تعلیمات پر صرف رسول ہی نہیں ہر انسان عمل کر سکتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے بعد امت مسلمہ کی دیگر برگزیدہ ہستیوں نے جن میں ائمہ حدیث و فقہ، مجاہدین اسلام، مجددین اور علماء شامل ہیں اس فریضہ کو انجام دیا اور اپنے اپنے دور میں پوری نسل انسانی کو عملی دعوت پیش کی اور یہ ثابت کیا کہ یہ دین اور آسانی تعلیمات ہر دور اور ہر نسل کے لئے قابل عمل اور باعث نجات ہیں۔

آج بھی ضرورت ہے کہ ہر مسلمان اپنی زندگی کو اس آسانی دعوت کا پیکر بنانے اور سراپا دعوت بن جائے، تبھی اس دور کی تاریکی دور ہوگی اور ایمان کا نور پوری دنیا کو منور کر کے اسے ظلم و جہالت سے نجات دے گا۔



قرآن کی فضیلت

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھا کرو، یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کی سفارش کرے گا۔ (مسلم)

حضرت نواس بن سمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ قرآن اور وہ لوگ جو دنیا میں اس پر عمل کرتے تھے قیامت کے دن حاضر کئے جائیں گے، سورہ بقرہ اور آل عمران آگے آگے ہوں گی۔ یہ دونوں اپنے پڑھنے والوں اور عمل کرنے والوں کے لئے سفارش کریں گی۔ (مسلم)

سب سے بہتر شخص

حضرت عثمان بن عفان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے۔ (مسلم)

انک انک کر پڑھنے والے کے لئے دونا اجر ہے

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن کو سمجھ کر پڑھتا ہے تو وہ بزرگ فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو انک انک کر مشکل سے پڑھتا ہے اس کے لئے دونا اجر ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

قرآن مجید پڑھنے والا مومن

حضرت ابومویٰ اشعریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مومن قرآن شریف پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج (ایک قسم کا خوشبودار میٹھا لیمو ہوتا ہے) کی ہے کہ اس کی خوشبو بھی اچھی اور ذائقہ بھی لذیذ، اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال مثال کھجور کی ہے کہ اس میں خوشبو تو نہیں ہوتی لیکن ذائقہ نہایت لذیذ بہت میٹھا، اور منافق قرآن شریف پڑھتا ہے اس کی مثال ریحان (جو قرآن مجید سے فائدہ نہیں اٹھاتے اس کے خلاف کرتے ہیں) کی ہے کہ خوشبو اچھی اور ذائقہ کڑوا۔ اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال حظلہ (اندراجن) کی ہے کہ ذائقہ بھی کڑوا اور خوشبو بھی نہیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کتاب کی وجہ سے کچھ لوگوں کے درجے بلند فرماتا ہے اور کچھ لوگوں کو ذلیل کرتا ہے۔ (مسلم)

رشک کا موقع

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رشک صرف دو موقع پر مناسب ہے۔ رشک اس شخص پر آئے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا فرمایا وہ اس پر دن رات عمل کرتا ہے۔ دوسرا موقع رشک کا یہ ہے کہ ایک شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے سرفراز فرمایا اور وہ اپنی دولت کو رات دن بہتر طریقہ پر خرچ کرتا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

قرآن مجید پڑھنے سے سکینت کا نزول حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ ایک آدمی سورہ کہف پڑھتا تھا اس کے پاس ایک گھوڑا، دورشی سے بندھا ہوا تھا اس ایک دم اس کو ابر نے ڈھانپ لیا اور وہ ابر جتنا نزدیک ہوتا تھا گھوڑا اس کو دیکھ کر کودنے اور بھاگنے لگتا تھا جب صبح ہوئی تو اس آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا یہ سکینہ (سکینہ خاطر جمع اور تسکین قلب کو کہتے ہیں) تھا جو قرآن مجید کی وجہ سے

نازل ہوا تھا۔ (بخاری۔ مسلم)

ہر حرف پر نیکی

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کی کتاب کا ایک حرف پڑھا، اس کے لئے ایک نیکی ہے اور وہ نیکی دس گنا تک، پھر فرمایا میں آلم کو ایک حرف نہیں کہتا، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ (ترمذی)

ویران گھر

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے اندر قرآن نہیں وہ شخص ویران گھر کے مثل ہے۔ (تذمری)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید پڑھنے والے سے کہا جائے گا کہ جس طرح تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر تریل کے ساتھ پڑھا کرتا تھا اسی طرح پڑھتا جا اور چڑھتا جا، پس بیشک تیرا مرتبہ آخری آیت میں ہے۔ (یعنی آخری آیت تک تو برابر جنت کے درجوں میں ترقی کرتا جائے گا جہاں آخری آیت آئے گی وہاں تک تیری ترقی جاری رہے گی۔) (ابوداؤد۔ ترمذی)

قرآن شریف کی دیکھ بھال

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کی نگرانی کرو، (یعنی حافظ قرآن کو ہمیشہ دور کرنا چاہئے اگر ذرا دور چھوڑا اور بھولا جیسے اونٹ کی رسی کھلی اور بھاگا)۔ یعنی ہمیشہ پڑھا کرو، اسی کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ اس کا سینوں سے نکل جانا بندھے ہوئے اونٹ کے نکل بھاگنے سے زیادہ آسان ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صاحب قرآن کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے اگر اس کی نگرانی رکھے گا تو اس کے پاس رہے گا اور اگر کھول دے گا تو نکل بھاگے گا۔ (بخاری۔ مسلم)

خوش الحالی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی آواز پر کان نہیں دھرتا لیکن نبی کی اچھی آواز پر جو خوش الحالی کے ساتھ قرآن پڑھتے ہیں خوب کان لگا کر سنتا ہے۔ (یعنی پسند کرتا ہے اور متوجہ ہوتا ہے)۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہیں آل داؤد کے مزامیر سے ایک مزمار عطا کیا گیا (یعنی جو داؤد علیہ السلام کو خوش الحالی ملی تھی اس میں سے کچھ حصہ تم کو بھی ملا ہے)۔ (بخاری۔ مسلم)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم مجھے گذشتہ رات کو دیکھتے جب تمہارا قرأت سن رہا تھا۔

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی نماز میں سورہ ”والہین والذینون“ پڑھ میں نے آپ سے زیادہ کسی کو اچھی آواز میں پڑھتے نہیں سنا۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابولبابہ بشیرؓ بن عبدالمنذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن مجید کو خوش الحالی سے نہ پڑھے وہ ہمارے طور پر نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

آنحضرت کی قرآن مجید پڑھنے کی فرمائش

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا، یا آپ کو قرآن سناؤں؟ آپ ہی پر تو نازل ہے۔ آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں دوسرے کی زبان سے سنوں، تو میں نے سونائے شروع کی اور جب اس آیت پر آیا **فكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا**۔ فر اب بس، میں نے دیکھا تو آپ کے آواز بہ رہے تھے۔ (بخاری۔ مسلم)

تاریخ کا تحفظ

لیکن قرآن کا ایک قابل لحاظ حصہ قصص و واقعات پر مشتمل ہے، اہل علم کا خیال ہے کہ قرآن مجید میں تقریباً ایک ہزار آیات واقعات و قصص سے متعلق ہیں۔

26 پیغمبروں اور ان کی اقوام کا ذکر آیا ہے، حضرت نوح علیہ السلام حضرت ہود علیہ

السلام حضرت صالح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

اقوام اور دعوت حق سے ان کے انکار کا تو بار بار ذکر آیا ہے اور چھ سورتیں تو ایسی ہیں جو

خاص انبیاء کے نام پر ہیں، اس کے علاوہ متعدد سورتیں کسی قوم، کسی شخصیت یا کسی اہم

واقعہ سے موسوم ہیں اور وجہ اس کی وہی ہے کہ تاریخ کسی بھی قوم کے لیے سامان حوصلہ

بھی ہوتی ہے، سرمایہ عبرت بھی اور نقش راہ بھی، اسی لئے قرآن انبیاء اور اقوام کے

قصص و واقعات کو نقل کرتے ہوئے عبرت و موعظت کے پہلو کی طرف بھی اشارہ کرتا

جاتا ہے، کبھی کہتا ہے: "فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ۔" (النمل: 14) کبھی کہتا

ہے: "فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ۔" (القصص: 40) یعنی دیکھو کہ

مفسدین اور ظالمین کا کیا انجام ہوا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا

گیا کہ یہ سامان موعظت ہے: "هَذَا ذِكْرٌ" (ص: 49) کبھی فرعون کی سرتانی اور اس کا

انجام نقل کرنے کے بعد ارشاد ہوا کہ اس میں اہل خثیت کے لئے عبرت ہے۔ "ان فی ذلک لعبرة لمن یعیش" (النازعات: 26)

اسی طرح احادیث میں انبیاء اور ان کی اقوام

کے ساتھ کیا جا رہا ہے کہ اب مغلوں کا عالم و لیرا ہونا، اورنگ زیب کا مندر شکن ہونا اور

ایسے مسلمان فرمانروا جن کی ہندو دوستی مسلم تھی، جیسے: اکبر، یا جن کی رواداری کی مثال

دی جاتی تھی، جیسے: ٹیپو سلطان یا نظام حیدر آباد، ان کا بھی فرقہ پرست اور ہندو دشمن

ہونا عام پڑھے لکھے لوگوں میں بھی ایک مسلم بات بنتی جا رہی ہے، دوسری طرف دلتوں اور

بودھوں پر برہمنوں کی طرف سے جو مظالم ہوئے، اس سچائی کو مخ کیا جا رہا ہے۔

یہ نہایت اہم مسئلہ ہے اور باشعور مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کے حل

کی طرف متوجہ ہوں، کسی بھی قوم کے لئے اس کی تاریخ بڑی اہمیت رکھتی ہے، اسی لئے

تاریخ کو قوموں کا حافظہ کہا جاتا ہے، تاریخ سے انسان ہمت و حوصلہ حاصل کرتا ہے،

تاریخ مایہ عبرت اور امانت موعظت ہے، ماضی کی تاریخ مستقبل کے لئے خضر طریق کا

درجہ رکھتی ہے، جو قومیں تاریخ سے محروم ہوں، ان کی مثال بے نسب آدمی کی سی ہے، جو

ہمیشہ احساس کمتری سے دوچار رہتا ہے اور مقابلہ و مقاومت کی صلاحیت سے محروم ہوتا

ہے، غور کیجئے کہ قرآن مجید ہدایت و موعظت کی کتاب ہے اور یہی اس کا موضوع ہے،

ہندوستان میں مسلمان اس وقت جن حالات سے گزر رہے ہیں، وہ بڑے صبر آزما

اور تشویش ناک ہیں، آر. ایس. ایس. نے اپنے اصل نظریہ پر کام کرنا شروع کر دیا ہے،

فساد کی تو طویل تاریخ ہے: لیکن مقصد تو صرف اس قدر ہے کہ مسلمان دہشت زدہ

ہو جائیں اور ان کے حوصلے ٹوٹ جائیں، یہاں تک کہ ہلا خروہ اکثریت کے سامنے

سپر انداز ہو جائیں: لیکن اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہندو تہذیب میں جذب کر لیا

جائے، وہ اپنی شناخت سے محروم ہو جائیں، ان میں احساس کمتری پیدا ہو جائے، اس کے

لئے وسیع الاطراف پروگرام بنایا گیا ہے، جو اب آہستہ آہستہ بے غبار ہوتا جا رہا ہے، ایک

طرف نصاب تعلیم میں تبدیلیاں عمل میں آ رہی ہیں، دوسری طرف ملک اور ملک کی آزادی کی

نئی تاریخ لکھی جا رہی ہے، تیسری طرف الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ ہندو تصورات اور

تہذیبی طور طریقوں کو تقویت پہنچانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، یہ اتنے خطرناک

اقدامات ہیں کہ جن کی سنگینی کا اندازہ مستقبل میں ہی ہو سکے گا، اگر ان کی طرف توجہ نہیں کی

گئی تو پھر اس کی حلانی شاید ممکن نہ ہوگی۔ تاریخ کو بدلنے کا کام اتنی تیز رفتاری

نیز عربوں کے ابتدائی حالات سے متعلق اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے، اس سے تاریخ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

چنانچہ مسلمانوں کے یہاں تاریخ اور تذکرہ کا موضوع ہمیشہ سے اصحاب تصنیف کا ایک مقبول اور پرکشش موضوع رہا ہے اور علم کی دنیا میں تاریخ کے موضوع پر جتنا بڑا سرمایہ مسلمانوں کے یہاں ملتا ہے، شاید ہی کوئی اور قوم اس میں اس کی ہمسرہ ہو، اسی لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک پوری اسلامی تاریخ روشنی میں ہے، اسلام سے مسلمانوں کا رشتہ مستحکم اور استوار رکھنے میں اس کا بڑا دخل ہے، خود ہندوستان کی جنگ آزادی میں مسلمانوں نے جو بڑے جوش کردار ادا کیا اس میں بھی مسلم تاریخ نے ایک اہم محرک کی حیثیت سے تقویت پہنچائی ہے، مسلمانوں کا یہ احساس کہ انہوں نے کبھی غلامی کا جوا اپنی گردن پر برداشت نہیں کیا ہے اور انہوں نے سر جھکانے کے بالمقابل آزمائش اور ابتلاء کے موقعوں پر سر کٹانے کو ترجیح دی ہے، ان کے جوش جنوں میں اضافہ کیا اور تمام تر بے ہمدرد سامانی کے باوجود ان کو ایک ایسی قوم کے مقابلہ استقامت و پامردی عطا کی کہ جس کی حکومت میں اس وقت کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔

اس لئے کسی قوم کو اس کی تاریخ سے محروم کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی بچے کی خاندانی شناخت گم ہو جائے، ایسے بچے کو اپنے ساتھ جذب کر لینا اور کسی دوسرے خاندان کے ساتھ ضم کر دینا چنداں دشوار نہیں ہوتا، اسی

طرح جب کوئی قوم اپنی تاریخ سے محروم ہو جائے یا اپنی تاریخ کے بارے میں احساس کمتری کی شکار ہو جائے، تو اسے مرعوب کرنا اور فکری اور تہذیبی اعتبار سے اکثریتی اور طاقتور گروہ کے ساتھ جذب کر لینا کچھ زیادہ مشکل نہیں، جس کی واضح مثال اس ملک میں دلت ہیں، جو اپنی کثرت تعداد کے باوجود زبردستی ہندو تہذیب میں جذب کر لئے گئے ہیں اور برہمنوں کے لئے آلہ کار اور خدمتگار ہیں۔

تاریخ کو مسخ کرنے کا مقصد مسلمانوں کے ساتھ اسی تجربہ کو دوہرانا ہے، مسلمانوں نے کبھی کسی قوم کی تاریخ مسخ نہیں کی، جن لوگوں سے صد ہا برس ان کی جنگیں ہوئیں، جن قوموں کے ساتھ ان کے معرکے ہوئے اور جن لوگوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوششوں میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، ان کے ساتھ بھی مسلمان مورخین نے کبھی نا انصافی روا نہیں رکھی، اس لئے کہ قرآن مجید کی واضح ہدایت ہے، کہ کسی قوم کی برائی، اس کے ساتھ نا انصافی کا جواز فراہم نہیں کرتی: "لا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا۔" (المائدہ: 8) خود ہندوستان پر عرب مورخین اور سیاحوں نے قلم اٹھائے ہیں، جو خامیاں تھیں ان کا بھی ذکر کیا ہے اور خود ہندو مورخین کو ان سماجی کمزوریوں کا اعتراف ہے اور جو خوبیائیں تھیں ان کا اعتراف بھی پوری فراخ دلی کے ساتھ کیا ہے، ہندوستان کے علم و حکمت، طب و معالجہ کی صلاحیت اور بہادری وغیرہ کا تفصیل سے ذکر آیا ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ یہ

ملک جس کو مسلمانوں نے وسعت و وحدت عطا کی، معاشی فراخ دلی، امن و امان دیا، عدل و مساوات سے آشنا کیا، سماجی انصاف کی دولت دی، اس کے چہرے پر تاریخی عظمت کے نقوش سجائے اور اسی زمین کو اپنا مسکن اور مدفن بنایا، ان کی قربانیوں کو وہ لوگ مسخ کرنا چاہتے ہیں جن کے تلواروں میں اس ملک کے بنانے، سنوارنے اور بچانے میں شاید ایک کاٹا بھی نہ چھپا ہو۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک طرف ہم اس صورت حال کا قانون اور آئین کے دائرہ میں رہتے ہوئے مقابلہ کریں اور دوسری طرف مسلمان مورخین انصاف پسند غیر مسلم مورخین کے اشتراک کے ساتھ ہندوستان کی آزادی اور اس کی تعمیر کی بابت مسلمانوں کی جدوجہد کی تاریخ مرتب کریں اور درست علمی مواد قوم و ملک کے سامنے پیش کریں، نیز اس ملک میں شوروروں کے ساتھ جو مظالم روا رکھے گئے، تاریخی اور مذہبی حوالوں سے ان کو پیش کریں، تاکہ لوگ حقائق سے واقف ہو سکیں، یہ ایک طرف اس ملک کے ساتھ ہی خواہی ہوگی، انصاف ہوگا، اس سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی پیدا ہوگی، لوگ حقائق سے واقف ہو سکیں گے اور دوسری طرف خود مسلمان نوجوان اور آنے والی نسل احساس کمتری سے محفوظ رہے گی اور اپنی تاریخ سے اس کا رشتہ مربوط اور استوار رہے گا، اگر اس وقت اس صورت حال پر توجہ نہیں دی گئی تو پھر؟ سندر شایدان مضر توں کی تلانی ممکن نہ ہو۔

خدا فراموشی کے نتائج

(ولا تكونوا كالذين نسوا الله فانساهم انفسهم) (الحشر: 19)

خدا فراموشی کا نتیجہ خود فراموشی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ علم و عقل، دولت و اقتدار، روشن دماغی و دل کا احساس، دانش کدے و کتب خانے اور شعراء کی محفلیں و علماء کی مجلسیں سب کچھ موجود ہونے کے باوجود جب خدا فراموشی آتی ہے تو خود فراموشی کی نحوست سے محفوظ رہنا ممکن نہیں۔ خود فراموشی انفرادی نوعیت کی ہو تو اس کے مضر اثرات محدود ہوتے ہیں اور اگر وہ اجتماعیت کی صورت اختیار کرے تو پھر پورا معاشرہ بگاڑ اور فساد کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔ زندگی کا پورا نظام تباہ و برباد ہو جاتا ہے، ساری سوسائٹی تہہ و بالا ہو کر رہ جاتی ہے، ظہر الفساد فی البر والبحر کا نقشہ سامنے ہوتا ہے۔

سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یہی حالت تھی، انسانیت تباہ و برباد تھی۔ اس کی کوئی نکل درست نہ تھی، پورا معاشرہ فساد کی لپیٹ میں تھا، کوئی اس کو ذرا

سہارا دینے کو تیار نہ تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کو واضح اور مکمل دین عطا فرمایا۔ آپ نے پوری دنیا کو چیلنج کیا، اے دنیا والو! تمہاری زندگی کا پورا نظام غلط ہے، تمہاری عادتیں، اخلاق، تمہارے رسوم، مسلمات سب غلط ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تن تباہی و دعوت کا آغاز کیا اور جان کی بازی لگا دی۔ خطرات میں اپنے آپ کو ڈال دیا اور باطل سے نکل گئے۔ ایک موقع پر جب پہچانے شکوہ کیا اور کام کو موقوف کرنے کی بات کی۔..... تو فرمایا: پچھا! اگر وہ میرے ایک ہاتھ میں چاند اور دوسرے ہاتھ میں سورج رکھ دیں تب بھی میں اپنے مشن سے باز نہ آؤں گا۔

22 سال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ انقلاب برپا کیا کہ بقول مولانا سید سلیمان ندوی، اختلاف استعداد کے باوجود ایک چیز ہزاروں لاکھوں افراد میں نمایاں ہو کر سامنے آئی۔ وہ ایک بجلی تھی۔ جو سب میں کوئی نہ رہی تھی، ایک روح تھی جو سب

میں تڑپ رہی تھی، وہ بادشاہ ہوں یا گدا، امیر ہوں یا غریب، حاکم ہوں یا محکوم، قاضی ہوں یا گواہ، افسر ہوں یا سپاہی، استاد ہوں یا شاگرد، عابد و زاہد ہوں یا کاروباری، غازی ہوں یا شہید..... توحید کا نور، اخلاص کی روح، قربانی کا ولولہ، خلق کی ہدایت و راہنمائی کا جذبہ اور بلا آخر ہر کام میں خدا کی رضا جوئی کا جوش ہر ایک کے اندر کام کر رہا تھا۔ وہ جو کچھ بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں اور جو کچھ بھی کر رہے ہوں یہ فیضانِ حق سب میں یکساں اور برابر تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ مقدس جماعت ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو بقا و دوام کی دولت سے ہمکنار کر دیا۔ اس پاک باز گروہ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ہم مٹ سکتے ہیں، ختم ہو سکتے ہیں، لیکن ہم دنیا سے اپنے لئے کچھ نہ لیں گے، ہم اللہ تعالیٰ کی امانت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کو جہاں تک ممکن ہوگا پہنچا کر دم لیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لگا تار مسلسل تعلیم و تربیت اور سعی و کاوش کے نتیجے میں پورے معاشرے کے رسم و رواج بدل گئے، عادتیں اور خصالتیں تبدیل ہو گئیں، ایک آدمی کی عادت کو بدلنا مشکل ہوتا ہے۔ بڑے بڑے دانشمند اور حکیم عاجز نظر آتے ہیں۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں ہزاروں لاکھوں کی کایا پلٹ ہو گئی۔ آج وہ ہدایتِ ربانی اور دعوتِ آسمانی موجود ہے۔

(بقیہ..... صفحہ..... ۴۰..... پر)

مولانا محمد تبریز عالم قاسمی

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب سنت کی روشنی میں

کئے گئے، اس شہر مدینہ کے میوہ جات میں ہی نہیں، بلکہ شہر پاک کی خاک پاک میں تاثیر شفا ودیعت کردی گئی، وہاں کے باشندوں کے ساتھ تکریم و تعظیم کی وصیت کی گئی اور اخیر میں تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کر دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو بزرگی دی اور اس کو حرم قرار دیا اور میں نے مدینہ کو بزرگی دی ہے اور مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان کی

بزرگی کا تقاضا یہ ہے کہ نہ تو اس میں خوزیزی کی جائے، نہ وہاں جنگ کے لئے ہتھیار اٹھایا جائے اور نہ اس کے درخت کے پتے جھاڑے جائیں۔ (مسلم، باب فضل المدینہ 1374)

اگرچہ حرم مکہ اور حرم مدینہ کے درمیان فقہی اعتبار سے فرق ہے، لیکن تعظیم و تکریم اور عزت و شرف کے اعتبار سے مکہ اور مدینہ کا حرمین شریفین ہونا متفق علیہ بات ہے، پھر مدینہ کو نبوی قیام گاہ ہونے کی وجہ سے جس طرح غلبہ حاصل ہوا اور جس طرح انصار مدینہ اور مہاجرین نے مشرق سے مغرب تک پورے عالم کو اپنے زیر اثر کیا، یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، بلکہ یہ اس حدیث کی کھلی تفسیر تھی جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: مجھے ایک ایسی بستی کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا ہے، جو تمام بستیوں پر غالب رہے گی۔ (بخاری، باب فضل المدینہ 1871)

کی نورانیت سے ”منورہ“ بن گیا اور پھر آنجناب کی توجہات کی وجہ سے مدینہ کے مختلف فضیلتیں امت کے سامنے آئیں اور شرف و سعادت کی ایک مستند ترین بات یہ ہے کہ اللہ نے مدینہ کا نام طاہرہ اور طیبہ رکھا، کہتے ہیں کہ کثرت اسماء، کثرت شرافت کو لازم کرتی ہے، صاحب وفا الوفاء نے مدینہ کے 96 نام شمار کئے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو وہاں کی آب و ہوا صحت بخش ہو گئی، وہاں کی سکونت دنیا و عقبیٰ کی بھلائی کا سبب بن گئی، وہاں کی تکلیف و مصیبت پر صبر کرنا، شفاعت نبی کا ذریعہ بن گیا، وہاں کے پھل، سبزی اور اشیاء خورد و نوش، حتیٰ کہ صاع و مد میں برکت ہونے لگی، وہاں طاعون اور دجال کا داخلہ ممنوع ہو گیا، اہل مدینہ کے ساتھ مکرو فریب کرنے والے کو نمک کی طرح پکھلنے کی وعید سنائی گئی، وہاں جینے مرنے کے فضائل بیان

یقیناً مکان کی شہرت و شرافت، خاصیات و خصوصیات اور عظمت و عقیدت کا دار و مدار صاحب مکان پر ہوتا ہے، مسجد اس لئے احب البقاع اور قابل احترام ہے کہ وہ خانہ اور مرکز ذکر الہی ہے، کیا خانہ کعبہ کا تقابل کسی اور خانہ خدا سے کیا جاسکتا ہے؟ نہیں، کیونکہ وہ صرف خانہ نہیں، بلکہ محلی ربانی کا مرکز ہے، وہ صرف ایک گھر نہیں، بلکہ پہلی عبادت گاہ ہے، وہ صرف مرکز اسلام ہی نہیں، بلکہ مرکز نزول وحی بھی ہے۔

مدینہ منورہ کی حیثیت ہجرت گاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بننے سے پہلے ایک زراعتی شہر سے زیادہ نہیں تھی اور ہجرت گاہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم بننے کے بعد اس کی عظمت و عزت میں چار چاند لگ گئے، اس شہر کو پہلے بیثرت کہا جاتا تھا، لیکن جب اسے قیام گاہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طور پر چن لیا گیا تو اس کا نام ”مدینہ“ پڑ گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

بہر حال اس طویل تفصیل کے بعد ایک اہم سوال یہ ہوتا ہے کہ آخر وہ بیثرب، مدینہ منورہ کیوں بنا؟ وہاں کی خاک، حضور کی آمد کے بعد خاک پاک کیوں بنی؟ اور اس خاک پاک کی عزت و آبرو میں ایسا اضافہ کیوں ہوا کہ

خورشید بھی گیا تو ادھر سر کے بل گیا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے بھی وہاں لوگ جیتے اور مرتے تھے، لیکن سرکارِ دو عالم کی آمد کے بعد وہاں کا جینا عبادت اور وہاں کا مرنا عبادت کیوں بنا؟ وہاں کے ذرات آفتاب و مانتاب کیوں بنے؟ لوگوں نے وہاں کی خاک کو سرمہ چشم بنانے میں فخر کیوں محسوس کیا؟ الغرض اس طرح کے جتنے سوالات ہو سکتے ہیں، ان کا ایک ہی جواب ہے اور اس جواب کے سوا اور کوئی جواب ہو بھی نہیں سکتا، وہ یہ کہ اب وہ صرف بیثرب نہیں، بلکہ مدینہ الرسول بن گیا، اس رسول کا شہر بن گیا جس کے لئے پوری کائنات بنائی اور سجائی گئی، جس پر خود خالق کائنات اور معصوم فرشتے درود و سلام بھیجتے ہیں، وہ اس رسول کا شہر بن گیا جس کے سامنے حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی باادب بیٹھتے ہیں، وہ اس رسول کا شہر بن گیا جس کو حالت بیداری میں دیدار الہی کا شرف حاصل ہوا، وہ اس رسول کا شہر بن گیا جو صرف نبی نہیں، بلکہ خاتم النبیین ہونے کے

ساتھ رحمۃ للعالمین بھی ہے، وہ اس رسول کا شہر بن گیا جس کی شان والا تبار میں گستاخی موجب کفر ہونے کے ساتھ ساتھ موجب قتل بھی ہے اور جس کی اطاعت کے بغیر خدا کی اطاعت بیکار ہے، وہ اس رسول کا شہر بن گیا جن کے بارے میں ایک شاعر نے حقیقت پسندانہ شعر کہنے کی کوشش کی ہے۔
 ریح مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کسب ایسا دوسرا کوئی آئینہ نہ ہماری بزم خیال میں اور نہ دکان آئینہ ساز میں اختصار کی کوشش کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب کچھ صرف اس لئے ہوا کہ وہاں سرکارِ دو عالم، فخر موجودات، محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس نے مستقل سکونت اختیار کر لی، جن کی ایک ادنیٰ صحبت بھی ہزار سالوں کی عبادت سے افضل ہے، ایک واقعہ پڑھیے، جو سیرت کا مشہور واقعہ ہے، غزوہ حنین میں مسلمانوں کو بہت زیادہ مال غنیمت ہاتھ آیا تھا، جس کے حق دار انصار مدینہ بھی تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیف قلب کی مصلحت کے پیش نظر سارا مال قبائل قریش میں تقسیم فرمادیا، انصار مدینہ پر اس کا بڑا گہرا اثر ہوا اور دل میں ایسی کبیدگی پیدا ہو گئی کہ کچھ لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم سے مل گئے، جب حضور کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے دردا انگیز تقریر فرمائی اور ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:
 ترجمہ: ”اے جماعت انصار! کیا تم

اس پر راضی نہیں ہو سکتے کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے یہاں لے جاؤ، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، یقیناً تم جو لے کر جاؤ گے وہ اس سے ہزار درجے بہتر ہے، جسے وہ لوگ لے کر جائیں گے۔“ (زاد المعاد: 3/416)
 غور کریں، انصار مدینہ کو خوش کرنے کے لئے مال و زر بھی دیا جاسکتا تھا اور وہ اس کے متمنی بھی تھے، کیونکہ وہ اس کے حقدار تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ایسی بے نظیر، لاثانی اور روحانی و نورانی ذات تھی کہ آپ نے انہیں ”رسول اللہ“ ہی عنایت فرمادیا، انصار مدینہ کے تو نصیب ہی چمک اٹھے، ان کے نصیب و رونے میں کیا کوئی کلام بھی ہو سکتا ہے، سچ ہی ہر چیز میں خیر کا پہلو بھی ہوتا ہے، انصار کی یہ ناراضگی کبیدگی کی کتنی سود مند ثابت ہوئی کوئی انصار سے ہی پوچھے اور یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے آپ کو محمد نہ کہنا، بلکہ رسول اللہ کہنا ایک ایسی لطیف تعبیر ہے، جسے اہل دل ہی سمجھ سکتے ہیں، رداہتوں میں آتا ہے، انصار مدینہ یہ سن کر اتار روئے کہ ان کی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور سب نے بیک زبان کہا کہ ہم دل و جان سے اس سودے پر راضی ہیں، اب ہمیں کچھ نہیں چاہئے، کیونکہ ہمیں لازوال دولت مل گئی:
 رضینا برسول اللہ صلی اللہ

عليه وسلم قسما وحظا۔
(زاد المعاد: 3/416)

آپ علیہ السلام اپنی زندگی میں جس طرح تمام مسلمانوں کے لئے محبت و احترام کا مرکز تھا اپنی وفات کے بعد بھی آپ کا روضہ اقدس دنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے محبت و احترام کا مرکز ہے، یہ سارے ایمان کا انٹو حصہ ہے۔

روضہ رسول کا مقام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر میں، بلکہ جملہ انبیائے کرام علیہم السلام کا اپنی قبروں میں زندہ ہونا جمہور امت کے متفقہ مسائل میں سے ہے، اگرچہ حیات کی نوعیت میں فرق ہے، اس لئے مدینہ منورہ کی سرزمین کا وہ حصہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر اور اعضائے مبارکہ سے مس کر رہا ہے، وہ پورے روئے زمین میں افضل ترین حصہ ہے، بلکہ قاضی عیاض ماگنی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ یہ حصہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔

روضہ رسول کی زیارت کے فضائل

1- سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔“
تشریح:..... شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: ”اس خصوصیت کی کوئی خاص وجہ ہے، کیونکہ جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی شفاعت کا تعلق ہے اس نعمت سے ہر مسلمان کو نوازا جائے گا اور آپ کو یہ کرم فرمائی اور مومن نوازی جملہ مسلمانوں کے لئے عام ہے، لیکن یہاں پر شفاعت سے مراد خاص شفاعت ہے، جو درجہ خاص کے حصول کا ذریعہ ہوگی، ان کے علاوہ غیر زائرین کا اپنے زیادتی اعمال اور کثرت فضائل کے باوجود اس درجہ پر پہنچنا میسر نہ ہوگا۔

آگے لکھتے ہیں:

اس کے علاوہ زائر کے لئے یہ بشارت بھی ہے کہ وہ دین اسلام پر مرے گا، یہ بھی سیدانام علیہ السلاۃ والسلام کی برکت کے طفیل ہوگا، وہ اس طرح کہ شفاعت کے لئے دین اسلام پر مرنا ضروری ہے۔
(جذب القلوب الی دیار النجیب: 258)

مولانا ظفر احمد تھانویؒ لکھتے ہیں.....
زائر کے لئے شفاعت کی جو بشارت ہے کیا اس سے بڑھ کر کبھی کوئی فضیلت ہو سکتی ہے۔ (اعلاء السنن: 102، ص: 498)

1- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج کیا اور اس کے بعد میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد تو وہ (زیارت کی سعادت حاصل کرنے میں) انہیں لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ (شعب الایمان: فضل الحج والعمرة: 3857)
مولانا محمد منظور نعمانیؒ اس حدیث کی

تشریح میں لکھتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر مبارک میں، بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کا اپنی منور قبور میں زندہ ہونا جمہور امت کے مسلمات میں سے ہے، اگرچہ حیات کی نوعیت میں اختلاف ہے اور روایات اور خواص امت کے تجربات سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو امتی قبر پر حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہیں، آپ ان کا سلام سنتے ہیں اور

جواب دیتے ہیں، ایسی صورت میں بعد وفات آپ کی قبر پر حاضر ہونا اور سلام عرض کرنا ایک طرح سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے اور بالمشافہ سلام کا شرف حاصل کرنے ہی کی ایک صورت ہے اور بلاشبہ ایسی سعادت ہے کہ اہل ایمان ہر قیمت پر اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔“ (معارف الحدیث: 4/458)

2- جس شخص نے مکہ کا قصد کیا اور پھر میری زیارت اور میری مسجد میں شرف حاضری کے حصول کا قصد کیا تو اس کے دو مقبول حج لکھے جاتے ہیں۔ (جذب القلوب: 261)
روضہ اقدس کی زیارت کے فضائل کے سلسلہ میں یہ تین روایتیں بطور نمونہ کے لکھی گئی ہیں، تفصیل کے لئے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی جذب القلوب کا مطالعہ کریں، جس میں انہوں نے اختصار کے ساتھ تیرہ روایات کو جمع کیا ہے، اگرچہ بعض روایات پر کلام بھی کیا گیا ہے، جن کے

رے میں مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا
برہ ایک وقیح تبصرہ ہے، لکھتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر
بارک کی زیارت کے جن منافع اور برکات
صالح کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، اگر اس کو پیش
لر رکھ کے ان احادیث پر غور کیا جائے جو
ما زیارت کی ترغیب میں مروی ہیں تو خواہ
ند کے لحاظ سے ان پر کلام کیا جاسکے، لیکن
توی لحاظ سے وہ دین کے پورے فکری اور
لی نظام کے ساتھ بالکل مرتبط اور ہم
ہنگ نظر آئیں گی اور ذہن سلیم اس پر
نمن ہو جائے گا کہ قبر مبارک کی یہ
ارت، صاحب قبر کی ذات اقدس کے
تھ ایمانی تعلق اور محبت و توقیر میں اضافہ
دینی ترقی کا خاص وسیلہ ہے، یقین ہے
ہر خوش نصیب، صاحب ایمان بندہ جسے
رتعالیٰ نے زیارت کی سعادت سے بہرہ
فرمایا ہے اس کی شہادت دے سکے گا۔“
حارف الحدیث: ج-4، ص 459

حصہ رسول کی زیارت کا حکم

انبیاء چونکہ اپنی قبروں میں زندہ
تے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
ما اپنی قبر اطہر میں باحیات ہیں۔ اس
نے زیارت قبر اطہر کے فضائل بیان کئے
ئے ہیں، انہیں روایات کے پیش نظر
ناف کے یہاں زیارت روضہ اقدس کا
م قریب بہ واجب ہے، جمہور کے نزدیک

مستحب ہے اور بعض مالکیہ اور بعض ظاہریہ
کے نزدیک واجب ہے۔

ملا علی قاری نے شرح الشفاء میں
قاضی عیاض مالکی کے حوالے سے لکھا ہے:
یعنی قبر اطہر کی زیارت مسلمانوں کی
متفق علیہ سنت ہے اور اس کی ایسی فضیلت
ہے جس کی رغبت ہر مسلمان کو کرنی
چاہئے۔ (شرح الشفاء: 2/150)

لہذا ہر صاحب استطاعت شخص کی یہ
خواہش ہونی چاہئے کہ اسے جب بھی موقع
ملے گا وہ روضہ اقدس کی زیارت کرے گا اور
جو لوگ حج کرنے جاتے ہیں، انہیں روضہ
اقدس کی زیارت بھی کرنی چاہئے، اگرچہ
روضہ اقدس کی زیارت حج کا کوئی رکن یا جز
نہیں ہے، لیکن شروع سے امت کا یہ تعامل
چلا آ رہا ہے کہ خاص کر دور دراز علاقوں کے
مسلمان جب حج کو جاتے ہیں تو روضہ پاک
کی زیارت اور وہاں درود و سلام کی سعادت
ضرور حاصل کرتے ہیں اور کسی سے اس کا
انکار منقول نہیں ہے، تو یہ اجماع کے درجہ
میں ہے، اعلاء السنن کے حاشیہ میں ہے:

اور جن لوگوں نے زیارت قبر اطہر کو
ممنوع و مکروہ لکھا ہے، ان کے بارے میں
ملا علی قاری لکھتے ہیں، یعنی باب زیارت کی
روایات بہت زیادہ ہیں، اس کے فضائل
مشہور ہیں اور جس نے بھی اس کا انکار کیا ہے
حقیقت میں اس نے ان بدعات و منکرات کا
انکار کیا ہے، جن میں سے اکثر گناہ کبیرہ تک

پہنچ جاتے ہیں۔ (مرقرۃ المفاتیح، رقم
الحدیث 2756، باب حرم المدینہ)

البتہ حاجیوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ
وہ پہلے حج مکمل کر لیں، پھر زیارت کے لئے
مدینہ منورہ جائیں، کیونکہ حج فرض ہے اور
زیارت روضہ اقدس قریب بہ واجب ہے
اور حق اللہ کی تقدیم مناسب بات ہے، البتہ
حضرت حسن نے امام ابوحنیفہ سے بڑی
اچھی بات نقل کی ہے کہ اگر حج فرض ہو تو
حاجی کے لئے بہتر یہ ہے کہ پہلے حج
کرے، پھر زیارت کرے، اگرچہ زیارت
کی تقدیم میں کوئی گناہ نہیں، وہ بھی جائز
ہے اور اگر حج نفل ہو تو اسے اختیار ہے،
جس سے چاہے آغاز کرے۔ (دیکھئے، فتح
القدیر: 3/197، کتاب الحج)

روضہ اقدس کی زیارت کے لئے سفر کا شرعی حکم

ابن تیمیہ رحمہ اللہ قبر اطہر کی زیارت
کے لئے سفر کو ناجائز کہتے ہیں، وہ فرماتے
ہیں کہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی نیت
سے سفر کرے، پھر روضہ اقدس کی زیارت
کرے، مستقل طور سے روضہ اقدس کی
نیت سے سفر نہ کرے، لیکن جمہور امت کے
نزدیک قبر اطہر کی زیارت کے لئے سفر کرنا
نہ صرف جائز ہے، بلکہ اہم عبادتوں میں
سے ہے اور بڑا کار ثواب ہے، کیونکہ روضہ
اقدس کی زیارت کی فضیلت کے بارے

میں روایات بہ کثرت وارد ہیں، دوسری بات یہ کہ پوری امت کا یہ تعالٰیٰ چلا آ رہا ہے کہ ہر حاجی مکہ کا ایک لاکھ نمازوں کا ثواب چھوڑ کر چار سو مل طویل سفر کر کے مدینہ جاتا ہے، ظاہر ہے کہ حجاج صرف مسجد نبوی کی زیارت کے لئے نہیں جاتے، بلکہ ان کا مقصود روضہ اقدس پر حاضری ہوتی ہے اور تعالٰیٰ ایک مستقل دلیل ہے، چنانچہ ابن ہمام لکھتے ہیں: یعنی میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ خالص زیارت کی نیت کرے، کیونکہ حدیث ”تحملہ حاجۃ الازیارتی“ (کہ میری زیارت کے سوا کوئی حاجت اس کو نہ لائی ہو) کے ظاہر کے موافق ہے۔ (فتح القدیر: 3/180)

اور شیخ الحدیث مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے یہی علمائے دیوبند کا مسلک نقل کیا ہے:

یعنی ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین (ہماری جان آپ پر قربان) اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے، بلکہ واجب کے قرب ہے، گوشتہ رحال اور بذل جان و مال سے نصیب ہو اور سفر کے وقت آپ کی زیارت کی نیت کرے اور ساتھ میں مسجد نبوی وغیرہ کی نیت کرے۔ (المہند علی المفند: 27)

روضہ اقدس پر درود و سلام حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے، اللہ تعالٰیٰ میری روح مجھ پر واپس کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہوں۔ (بوداد، رقم الحدیث: 2041، باب زیارت القبور)

اس روایت میں اگرچہ روضہ اقدس کی قید نہیں ہے، لیکن سنن ابوداؤد کے مصنف نے یہ روایت باب زیارت القبور کے تحت ذکر کی ہے، جس کا مطلب ہے کہ یہاں حضور پر سلام سے مراد زیارت روضہ اقدس کے وقت سلام کرنا ہے، چنانچہ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے، جو شعب الایمان میں نقل کی گئی ہے، اس کے الفاظ ہیں: ”ما من عبد یسلم علی عند قبوری۔“ (شعب الایمان 3859، باب فضل الحج والعمرة)

اور درود کے سلسلہ میں روایات بھی بکثرت وارد ہیں۔ (دیکھئے القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع) بہر حال اللہ تعالٰیٰ نے ایسا نظام بنایا ہے کہ آپ روضہ اقدس کے پاس سلام کریں تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب و علیک السلام کے ذریعہ دیتے ہیں، گویا ایک اعتبار سے روضہ اقدس پر سلام کرنے سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے، اگر یہ نعمت ساری دنیا، بلکہ اس دنیا جیسی چار پانچ

دنیا خرچ کر کے بھی حاصل ہو تو ایک امتی کے حق میں ارزاں اور سستی ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا مشاہدہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م 1176ھ) قدس سرہ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں مذکورہ حدیث کے تحت گفتگو کی ہے، خلاصہ درج ذیل ہے:

”روح پاک جو مشاہدہ حق میں مشغول ہے اور جس کا کسی طرف التفات باقی نہیں رہا، باذن الہی وہ سلام پیش کرنے والے کی طرف ملتفت ہوتی ہے اور جواب دیتی ہے، یعنی روح پاک سے سلام کرنے والے کو فیض پہنچتا ہے، شاہ صاحب فرماتے ہیں: میں نے 1144ھ میں جب میر قیام مدینہ منورہ میں تھا، اس بات کا بار بار مشاہدہ کیا ہے یعنی روح نبوی سے فیض پا رہا ہے۔“ (رحمۃ اللہ الواسعہ: 4/345)

علامہ سخاویؒ نے اپنی مایہ ناز کتاب القول البدیع میں روضہ اقدس پر کئے جانے والے سلام کے تعلق سے کئی واقعات نقل کئے ہیں، چند ملاحظہ فرمائیں:

سلیمان بن تحیمؒ سے منقول ہے میر نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، میں نے پوچھا: ”اے اللہ کے رسول! جو لوگ آپ کے روضے پر حاضر ہوتے ہیں اور آپ پر سلام کرتے ہیں۔“

(بقیہ..... صفحہ..... 19..... پر)

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے

ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واضح طور پر اعلان فرمادیا ہے: (قُلِ الْمَوْتُ مِنۢ مِّنۡ اٰمُرٍ رَبِّيۡنِی) روح صرف اللہ کا حکم ہے۔ موت پر انسان کے اعمال کا رجسٹر بند کر دیا جاتا ہے اور موت پر توبہ کا دروازہ بند اور جزا و سزا کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے، یہاں تک کہ اُس کا آخری وقت آجائے۔ ہم ہر روز، ہر گھنٹہ، بلکہ ہر لمحہ اپنی موت کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ سال، مہینے اور دن گزرنے پر ہم کہتے ہیں کہ ہماری عمر اتنی ہو گئی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایام ہماری زندگی سے کم ہو گئے۔

موت ایک مصیبت بھی ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے (فَاَصَابَتْكُم مَّصِيْبَةُ الْمَوْتِ) (سورہ المائدہ 106) اور وہیں تمہیں موت کی مصیبت پیش آجائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پاک کلام کی متعدد آیات میں موت اور اس کی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ جن میں سے چند آیات پیش خدمت ہیں:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ، وَاِنَّمَا تُوفَّوْنَ اٰجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، فَمَنْ رُحِزَ عَنِ النَّارِ وَاَدْخَلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ، وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعٌ الْغُوْرُ۔ (سورہ آل عمران: 185)

ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم سب کو (تمہارے اعمال کے) پورے پورے بدلے قیامت ہی کے دن ملیں گے۔

نہ بڑوں کی تعظیم کرتی ہے، نہ دنیاوی چودھریوں سے ڈرتی ہے، نہ بادشاہوں سے ان کے دربار میں حاضری کی اجازت لیتی ہے۔ جب بھی حکم خداوندی ہوتا ہے تو تمام دنیاوی رکاوٹوں کو چیرتی اور پھاڑتی ہوئی مطلوب کو حاصل کر لیتی ہے۔

موت نہ نیک صالح لوگوں پر رحم کھاتی ہے، نہ ظالموں کو بخشتی ہے۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کو بھی موت اپنے گلے لگا لیتی ہے اور گھر بیٹھنے والوں کو بھی موت نہیں چھوڑتی۔ اخروی ابدی زندگی کو دنیاوی فانی زندگی پر ترجیح دینے والے بھی موت کی آغوش میں سوجاتے ہیں اور دنیا کے دیوانوں کو بھی موت اپنا لقمہ بنا لیتی ہے۔

موت آنے کے بعد آکھ دیکھ نہیں سکتی، زبان بول نہیں سکتی، کان سن نہیں سکتے، ہاتھ پیر کام نہیں کر سکتے۔ موت نام ہے روح کا بدن سے تعلق ختم ہونے کا اور انسان کا دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کرنے کا۔ ترقی یافتہ سائنس بھی روح کو سمجھنے سے قاصر

خالق کائنات اللہ رب العزت نے ہر جاندار کے لئے موت کا وقت اور جگہ متعین کر دی ہے اور موت ایسی شے ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص، خواہ وہ کافر یا فاجر حتیٰ کہ دہریہ ہی کیوں نہ ہو، موت کو یقینی مانتا ہے۔ اور اگر کوئی موت پر شک و شبہ بھی کرے تو اسے بے وقوفوں کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ بڑی بڑی مادی طاقتیں اور مشرق سے مغرب تک قائم ساری حکومتیں موت کے سامنے عاجز و بے بس ہو جاتی ہیں۔

موت بندوں کو ہلاک کرنے والی، بچوں کو یتیم کرنے والی، عورتوں کو بیوہ بنانے والی، دنیاوی ظاہری سہاروں کو ختم کرنے والی، دلوں کو تھرانے والی، آنکھوں کو دلانے والی، بستیاں کو اجاڑنے والی، جماعتوں کو منتشر کرنے والی، لذتوں کو ختم کرنے والی، امیدوں پر پانی پھیرنے والی، ظالموں کو جہنم کی وادیوں میں جھلسانے والی اور متقیوں کو جنت کے بالا خانوں تک پہنچانے والی شے ہے۔

موت نہ چھوٹوں پر شفقت کرتی ہے،

پھر جس کو دوزخ سے بچایا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ صحیح معنی میں کامیاب ہو گیا اور دنیاوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں کی کامیابی کا معیار ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حال میں ہماری موت آئے کہ ہمارے لئے جہنم سے چھٹکارے اور دخول جنت کا فیصلہ ہو چکا ہو۔

(كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ، وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ)
(سورہ رُحْمٰن: 26-27)

اس زمین میں جو کوئی ہے، فنا ہونے والا ہے۔ اور (صرف) تمہارے پروردگار کی جلال والی اور فضل و کرم والی ذات باقی رہے گی۔

(كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ، لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ)۔

(سورہ القصص: 88)

ہر چیز فنا ہونے والی ہے، سوائے اللہ کی ذات کے۔ حکومت اسی کی ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

(وَمَا جَعَلْنَا الْبَشَرَ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ، أَمْ أَرَأَيْتَ إِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ، كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ، وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً، وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ)۔ (سورہ الانبیاء: 34-35)

(اے پیغمبر!) تم سے پہلے بھی ہمیشہ زندہ رہنا ہم نے کسی فرد بشر کے لئے طے نہیں کیا۔ چنانچہ اگر تمہارا انتقال ہو گیا تو کیا یہ لوگ ایسے ہیں جو ہمیشہ زندہ رہیں؟ ہر

جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور ہم تمہیں آزمانے کے لئے بری اور اچھی حالتوں میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب ہمارے ہی پاس لوٹ کر آؤ گے۔

(أَيُّنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشْتَقِيَةً)۔ (سورہ النساء: 78)

تم جہاں بھی ہو گے (ایک نہ ایک دن) موت تمہیں جا پکڑے گی۔ چاہے تم مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ رہ رہے ہو۔

(قُلْ إِيَّاكَ الْمَوْتُ الَّذِي تُفْرُونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلْفِيكُمْ)۔ (سورہ الجمعہ: 8)

(اے نبی!) آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو، وہ تم سے آملے والی ہے۔ یعنی وقت آنے پر موت تمہیں ضرور اپک لے گی۔

(فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْذِنُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ)۔

(سورہ الاعراف: 34)

چنانچہ جب ان کی مقررہ میعاد آ جاتی ہے تو وہ گھڑی بھر بھی اُس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔

(وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَقُوتُ)۔ (سورہ لقمان: 34)

اور نہ کسی تنفس کو یہ پتہ ہے کہ زمین کے کس حصہ میں اُسے موت آئے گی۔

ان مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کا مرنا یقینی ہے، لیکن موت کا وقت اور جگہ سوائے اللہ کی ذات کے کسی بشر کو معلوم

نہیں۔ چنانچہ بعض بچپن میں، تو بعض عقفوان شباب میں اور بعض اہل عزم میں، جب کہ باقی بڑھاپے میں داعی اجل کو لبیک کہہ جاتے ہیں۔ بعض صحت مند تندرست نوجوان سواری پر سوار ہوتے ہیں، لیکن انہیں نہیں معلوم کہ وہ موت کی سواری پر سوار ہو چکے ہیں۔

میرے بھائیو اور بہنو! یہی دنیاوی فانی وقتی زندگی، اخروی ابدی زندگی کی تیاری کے لئے پہلا اور آخری موقع ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ، لَعَلِّي آتَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا، إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا، وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ)۔

(سورہ المؤمنون: 99، 100)

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آ کھڑی ہوگی تو وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے واپس بھیج دیجئے، تاکہ جس دنیا کو میں چھوڑ آیا ہوں، اس میں جا کر نیک اعمال کروں۔ ہرگز نہیں، یہ تو بس ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے، اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ ہے، جب تک کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں۔

لہذا ضروری ہے کہ ہم افسوس کرنے یا خون کے آنسو بہانے سے قبل، اس دنیاوی فانی زندگی میں ہی اپنے مولا کو راضی کرنے کی کوشش کریں، تاکہ ہماری روح ہمارے بدن سے اس حال میں جدا ہو کہ ہمارا خالق و

مالک و رازق ہم سے راضی ہو۔ آج ہم صرف فانی زندگی کے عارضی مقاصد کو سامنے رکھ کر دنیاوی زندگی گزارتے ہیں اور دنیاوی زندگی کے عیش و آرام اور وقتی عزت کے لئے جدوجہد کرتے ہیں، لہذا آئیے دنیا کو دنیا کے پیدا کرنے والے کی ہی زبانی سمجھیں:

(وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ) (سورہ آل عمران: 185) اور یہ دنیاوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔

(فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْأَخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ) (سورہ التوبہ: 38) دنیاوی زندگی کا فائدہ آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، مگر بہت تھوڑا۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ، وَلَا تُظَلَمُونَ فَتِيلًا)۔ (سورہ النساء: 77)

کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تو تھوڑا سا ہے اور جو شخص تقویٰ اختیار کرے اس کے لئے آخرت کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اور تم پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

(وَمَا هِيَ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ، وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ، لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ)۔

اور یہ دنیاوی زندگی کھیل کود کے سوا کچھ بھی نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ دارِ آخرت ہی اصل زندگی ہے، اگر یہ لوگ جانتے ہوتے۔

(وَيَسِّرْ لِّلنَّاسِ حُبَّ الشَّهَادَاتِ مِنِ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ

الْمَقْنَطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَزْنِ، ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا)۔ (سورہ آل عمران: 14)

لوگوں کے لئے اُن چیزوں کی محبت خوشنما بنادی گئی ہے جو اُن کی نفسانی خواہش کے مطابق ہوتی ہے، یعنی عورتیں، بچے، سونے چاندی کے لگی ہوئے ڈھیر، نشان لگائے ہوئے گھوڑے، چوپائے اور کھیتیاں، یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہیں۔

اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ہم دنیاوی زندگی کو نظر انداز کر کے رہبانیت اختیار کر لیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ کے خوف کے ساتھ دنیاوی فانی زندگی گزاریں اور اخروی زندگی کی کامیابی کو ہر حال میں ترجیح دیں۔

الحمد للہ! ہم ابھی بقید حیات ہیں اور موت کا فرشتہ ہماری جان نکالنے کے لئے کب آجائے، معلوم نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ امور سے قبل پانچ امور سے فائدہ اٹھایا جائے۔ بڑھاپا آنے سے قبل جوانی سے۔ مرنے سے قبل زندگی سے۔ کام آنے سے قبل خالی وقت سے۔ غربت آنے سے قبل مال سے۔ بیماری سے قبل صحت سے..... لہذا ہمیں توبہ کر کے نیک اعمال کی طرف سبقت کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَوْبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا يَا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (سورہ التور: 31) اور اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ تم

کامیاب ہو جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيَّ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا، إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ)۔ (سورہ الزمر: 53) کہہ دو کہ: اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے، یعنی گناہ کر رکھے ہیں، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقیناً جانو اللہ سارے کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا، مہربان ہے۔

میرے عزیز بھائیو! قیامت کے دن کسی انسان کا قدم اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہٹ نہیں سکتا، یہاں تک کہ وہ پانچ سوالات کا جواب دے دے: زندگی کہاں گزاری؟ جوانی کہاں لگائی؟ مال کہاں کمایا؟ یعنی حصول مال کے اسباب حلال تھے یا حرام؟ مال کہاں خرچ کیا؟ یعنی مال سے متعلق اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کئے یا نہیں۔ علم پر کتنا عمل کیا؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أَذْكُرُوا هَٰذِهِمُ اللَّذَاتِ" ایک روایت میں ہے۔ "أَكْبَرُوا ذِكْرَ هَٰذِهِمُ اللَّذَاتِ"۔ (ترمذی)۔ لذتوں کو ختم کرنے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

موت کو یاد کرنے کے چند اسباب یعنی وہ اعمال جن سے موت یاد آتی ہے، یہ ہیں:

1- وقتاً فوقتاً قبرستان جانا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبروں کی زیارت کیا کرو، اس سے تمہیں آخرت یاد

رہے گی۔ (مسند احمد و ابوداؤد)

واقعات پڑھنا۔

امیدیں اور انگلیں کم ہو جاتی ہے۔ 8- تواضع

اور انکساری پیدا ہوتی ہے، جس سے انسان دوسروں پر ظلم کرنے اور کبر کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔ 9- اخروی زندگی یاد رہتی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو مرنے سے قبل مرنے کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں دونوں جہاں کی کامیابی و کامرانی سے نوازے۔ آمین۔

□□□

2- سردوں کو غسل دینا یا اُن کے غسل کے وقت حاضر رہنا۔ 3- اگر موقع میسر ہو تو انتقال کرنے والے شخص کے آخری لمحات دیکھنا اور اُن کو کلمہ شہادت کی تلقین کرنا۔ 4- جنازہ میں شرکت کرنا۔ 5- بیماروں اور بوڑھوں سے ملاقات کرنا۔ 6- آندھی، طوفان اور زلزلے کے وقت انسانوں کی کمزوری اور اللہ جل جلالہ و علم و اولیٰ کی طاقت و قوت کا اعتراف کرنا۔ 7- پہلی امتوں کے

موت کو کثرت سے یاد کرنے والوں کو اللہ کی جانب سے مذکورہ اعمال کی توفیق ہوتی ہے: 1- گناہوں سے توبہ نصیب ہوتی ہے۔ 2- گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے۔ 3- سخت دل نرم ہو جاتا ہے اور وقتاً فوقتاً آنکھوں سے آنسو بہ جاتے ہیں۔ 4- دل قناعت پسند بن جاتا ہے۔ 5- عبادت میں نشاط پیدا ہوتی ہے۔ 6- بہت ساری دشواریاں آسان ہو جاتی ہیں۔ 7- لمبی لمبی

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بیتہ

نور کے سامنے کیا حقیقت ہوتی؟ ایک بزرگ سے، جو کہ اس واقعہ میں حاضر تھے، کسی نے پوچھا کہ آپ کو رشک تو بہت ہوا ہوگا، فرمایا ہم تو کیا، اس وقت ملائکہ کو بھی رشک تھا کہ ہمیں بھی یہ دولت نصیب ہوتی۔ (دیکھئے خطبات حکیم الامت، ص: 14/202)

اگرچہ بعض ظاہر پرست اور تصوف سے دلچسپی نہ رکھنے والے علماء نے اس واقعہ کا انکار کیا ہے، لیکن محققین علماء نے اس واقعہ کی صحت پر شبہ نہیں کیا، ہمارے اکابر میں حضرت تھانویؒ نے اشرف الجواب میں، اسی طرح مفتی عبدالرحیم لاچپوریؒ نے فتاویٰ رحمیہ میں اس واقعہ کو علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے رسالہ ”شرف ختم“ کے حوالے سے سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

○○○

”جب ہم دور تھے تو اپنی روح کو اپنا نائب بنا کر بھیج دیا کرتے تھے، وہ روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر زمین بوس ہو جایا کرتی تھی، اب جسم کی باری آتی ہے، ذرا اپنا دست مبارک بڑھائیے، تاکہ میرا لب اس سے بہرہ ور ہو سکے اور ہونٹوں کو (بوسہ) کی دولت نصیب ہو جائے۔“

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے نقل کیا ہے کہ روضہ اقدس کے اندر سے ایک نہایت نورانی ہاتھ ظاہر ہوا (جس کے روبرو آفتاب بھی ماند تھا) وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک تھا، انہوں نے دوڑ کر بوسہ دیا اور بے ہوش ہو گئے، بس ہاتھ غائب ہو گیا، مگر کیفیت یہ ہوئی کہ تمام مسجد نبویؐ میں نور ہی نور پھیل گیا، ایسا نور کہ اس کے سامنے آفتاب کی بھی حقیقت نہ تھی اور واقعی آفتاب کی، اس

آپ اس کو سمجھتے ہیں؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں سمجھتا ہوں اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔“

ابراہیم بن شیبانؒ کہتے ہیں کہ میں نے حج کیا، پھر فراغت کے بعد مدینہ آیا اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام کیا، تو میں نے حجرہ شریف کے اندر سے ”وعلیک السلام“ کی آواز سنی۔ (القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبيب الشفیح: 1/165، مکتبہ شاملہ)

سید احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ، جو عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے معاصر ہیں، انہوں نے 555ء میں جب حج کیا اور روضہ اقدس پر حاضر ہوئے تو عرض کیا: السلام علیکم یا جدیل نانا جان السلام علیکم۔ جواب مسوع ہوا و علیک السلام یا ولدی (بیٹا)! و علیک السلام) اس پر ان کو وجد ہوا اور بے اختیار یہ اشعار زبان پر جاری ہوئے:

مصائب و آلام کی حقیقت

مایوس کرتا ہے کہ ان کے مقدر میں بس دکھ اور تکلیف ہی ہے۔ بلکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ وہ بندہ خوش نصیب اور اللہ کا پسندیدہ ہے جو اس کے احکام پر چلے۔ سورۃ الحجرات آیت- 31 میں واضح طور پر فرمادیا: ”بے شک تم میں اللہ کے نزدیک

سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ شعار ہو۔“ تقویٰ نہ امیروں کی میراث ہے نہ غریبوں کی۔ ہر شخص آزاد ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کرے یا اللہ کا نافرمان بنے۔ انسانوں کی ایک تقسیم یہ ہے کہ کچھ مومن ہیں اور کچھ کافر۔ کافر تو اسلام کے سوا جو دین یا طریقہ اختیار کریں گے وہ ان سے ہرگز قبول نہ ہوگا۔ جو دائرہ اسلام میں داخل ہیں ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک متقی اور دوسرے فجار۔ اس تقسیم میں دولت مندی اور غربت کا کوئی دخل نہیں۔ دولت مند مسلمان بھی امتحان میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مال کو کس طرح خرچ کرتا ہے اور نادار اور مفلس بھی امتحان میں ہے کہ وہ اللہ کا صابر بندہ بنتا ہے یا شکوہ شکایت کرتا رہتا ہے۔

مسلمان جس حال میں ہے اس کا صابر و شاکر ہونا پسندیدہ ہے۔ انسان پر جو بھی سختی یا مصیبت آتی ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے: ”انسان کو کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر اللہ کے حکم سے۔“ (التغابن: 11) بڑے بڑے متقی اور نیک لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بیماریوں

مسکین۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے اور اکثر ہوتا ہے کہ ایک دولت مند آدمی اپنی خوش حالی میں مست ہو کر اللہ کو ناراض کرنے والے کاموں میں لگا رہتا ہے اور اس بات سے غافل ہوتا ہے کہ اللہ ہی ہے جو روزی میں فراخی دیتا ہے۔ لہذا اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اور دولت کو صرف ان ہی کاموں میں خرچ کرنا چاہئے جو کام اللہ کو پسند ہوں۔ اسی طرح نادار اور مسکین لوگوں کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے، کیونکہ اس نے ان پر تنگ دستی طاری کر رکھی ہے۔ اس بات پر یقین رکھنا چاہئے کہ نہ دولت مندی اللہ کی خوشنودی کا باعث ہے اور نہ تنگ دستی اللہ کی ناراضگی کی علامت۔

امیر اور غریب کوئی بھی حوادث زمانہ سے محفوظ نہیں۔ انسانی زندگی میں غمی اور خوشی ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ صدموں اور غموں کو انسان ناپسند کرتا ہے اور خوش حالی کو پسند کرتا ہے مگر کوئی خوش حال ایسا نہیں جس کو صدمات یا ناگواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اسلام نہ امیروں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ اچھے ہیں اور نہ غریبوں کو

اسلام امید کا دین ہے اور اس میں کسی شخص کو مایوس نہیں کیا گیا، جن کی زندگی کے دن تلخ گزر رہے ہیں ان کو بھی اچھے انجام کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ انسانی زندگی میں دکھ سکھ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ بیماری اور غربت بھی دکھ ہیں۔ یہاں کئی طرح کی پریشانیاں اور صدمے ہیں۔ خوشیوں کے لمحے بھی ہیں۔ کچھ لوگوں کے ہاں دولت کی ریل پیل ہے اور وہ اپنی دولت کے بل پر ہر آسائش خرید لیتے ہیں۔ مفلس اور نادار لوگ انہیں بڑے نصیب والے سمجھتے ہیں اور ان کی حالت پر رشک کرتے ہیں۔

خوش حال اور متمول لوگ عام طور پر ناداروں اور مسکینوں کو اپنے سے کمتر، گھٹیا اور بے وقعت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ رویہ درست نہیں ہے اس لئے کہ مال و دولت اس بات کی نشانی نہیں ہے کہ یہ لوگ واقعی معزز ہیں اور نہ اس بات کی نشانی ہے کہ غربت، افلاس یا بیماری میں مبتلا لوگ بے وقعت ہیں۔ اسلام میں تو وہ شخص معزز ہے جو پرہیزگار ہے خواہ وہ دولت مند ہو یا

اور صدمات میں زندگی گزار دیتے ہیں۔ ان کا مصائب میں مبتلا رہنا ان کی بد نصیبی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرنا چاہتا ہے۔ لہذا کسی مصیبت زدہ، لاچار، بیمار یا نادار کو دیکھ کر اسے گھٹنیا یا حقیر نہیں سمجھنا چاہئے۔ ایسے لوگ اگر صابر ہیں تو اللہ کے ہاں اعلیٰ درجات پائیں گے، خواہ وہ دنیا میں مالدار تھے یا مفلس۔ اللہ تعالیٰ مالک بہ کرم ہے اور اسے انسانوں کے گناہ بخشنا اچھا لگتا ہے۔ بعض لوگ اپنے اعمال میں کمتر ہوتے ہیں مگر کسی حکمت کے تحت اللہ تعالیٰ ان کو بخشنا چاہتا ہے تو وہ ان پر بیماری یا مصیبت ڈال دیتا ہے۔ جوان کی بخشش کا سبب بن جاتی ہے۔ غربت بھی مصیبت ہے لیکن غربت کو صبر کے ساتھ کاٹنا اللہ کی رحمت کو پانے کا ذریعہ ہے اگر ایک شخص خوش حال ہے لیکن متقی اور پرہیزگار بھی ہے، اس کے مقابلے میں دوسرا شخص غریب ہے مگر زندگی میں برائیوں سے نفرت کرتا ہے اور صبر کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے تو دونوں اچھائی کی طرف بڑھ رہے ہیں مگر صابر نادار نسبتاً بہتر انجام پائے گا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نادار مسلمان مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔“ (ترمذی) یہ بدلہ ہوگا اس بات کا انہوں نے دنیا میں خوش حالی نہیں دیکھی بلکہ تنگدستی میں صبر کے ساتھ

گزارہ کرتے رہے۔

ایک شخص نابینا ہوتا ہے، وہ بصارت سے محروم ہونے کی وجہ سے نہ کسی انسان کا چہرہ دیکھ سکتا ہے نہ کسی حسین منظر کو دیکھ کر لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ غرض اس کی محرومی اور بے بسی اس کے لئے مسلسل مصیبت ہوتی ہے لیکن انجام کے لحاظ سے یہ جنت کے ملنے کا باعث ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں: ”میں جس بندہ کی دو محبوب ترین چیزیں (یعنی آنکھیں) لے لوں اور وہ اس پر صبر کرے اور اجر و ثواب کی امید رکھے تو میں اس کے لئے جنت سے کم بدلہ پر راضی نہیں ہوں گا۔“ (ترمذی)

دنیوی زندگی میں غریب اور کمزور کی کوئی عزت نہیں۔ اسی طرح بیمار، معذور، مزدور اور معمولی تنخواہ پانے والے ملازمین معاشرے میں حقیر سمجھے جاتے ہیں خواہ وہ عملی طور پر کتنے اچھے مسلمان ہوں مگر یہ دھوکا ہے۔ دنیا کی یہ زندگی تو سراسر دھوکہ ہے۔ یہاں کے باعزت اعلیٰ عہدوں کے مالک، دولت مند اور حکمران دھوکے میں ہیں۔ وہ حقیقی کامیابی نہیں۔ اسی طرح حقیر سمجھے جانے والے لوگ جو تقویٰ شعار ہیں، خواہ ان کی ظاہری حالت جیسی بھی ہو، وہ کامیاب ہیں۔ اگر ”یوم الدین“ (جزا و سزا کا دن) کا تصور ذہن میں لائیں تو نجات یافتہ لوگوں کی قطار میں حقیر، مسکین، بیمار اور

گناہم افراد ہوں گے اور ناکام وہ ہوں گے جو دنیا میں نامور، بڑی حیثیت کے مالک اور صاحب جائیداد تھے مگر اپنے اقتدار کے بل بوتے پر بے کس لوگوں پر ظلم کرتے تھے۔ بد عنوانی ان کے نزدیک کوئی جرم نہیں بلکہ عقل مندی تھی۔ ہر طرح سے دولت کماتا ان کا مقصد تھا۔ چوری، ڈاکہ اور کمزوروں کی جائیدادیں چھین لینے میں ان کی بڑائی تھی۔ آخرت میں جوابدی کا انہیں کوئی احساس نہیں تھا۔ نماز، روزہ اور اسلامی شعار پر عمل کرنے والے لوگ ان کے نزدیک بزدل اور بے توقیر تھے۔ اسلامی تعلیمات پر ان کا نہ یقین تھا نہ عمل، بلکہ دین پر چلنے والوں کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے لوگ وہ نہیں ہیں جو جسمانی اور مالی اعتبار سے تو مستحکم ہیں مگر ان کے کردار میں نہ خدا پرستی ہے اور نہ تقویٰ۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اسے دنیا سے بچاتا ہے کہ دنیا سراسر دھوکا ہے۔ حضرت رافع بن خدیج روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اس کو دنیا سے اس طرح بچاتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے مریض کو پانی سے بچاتا ہے۔“ (طبرانی، مجمع الزوائد)

اسلامی تاریخ میں ہمیں ایسے پاک باز صاحب حیثیت لوگ ملتے ہیں جو اگرچہ حکمران تھے مگر ان کی سادہ زندگی مثالی تھی۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نہ صرف سادگی بلکہ مسکینی کا نقشہ نظر آتا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو پسند کرنے والوں کی بھی چاہت تھی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”اے اللہ! مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھیے، مسکینی کی حالت میں دنیا سے اٹھائیے اور میرا حشر مسکینوں کی جماعت میں فرمائیے۔“ (متدرک حاکم)

دنیوی زندگی میں غربت یا معذوری کی وجہ سے جسے حقیر سمجھا جاتا ہے کچھ پتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو وہ صابر کس قدر پسند ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”بہت سے پراگندہ بال، گرد آلود، پرانی چادروں والے، لوگوں کے دروازوں سے ہٹائے جانے والے اگر اللہ تعالیٰ (کے بھروسے) پر قسم کھالیں تو اللہ نالی ان کی قسم کو ضرور پورا فرمادیں۔“ (طبرانی، مجمع الزوائد)۔ اس حالت کے لوں کو حقیر جانا جاتا ہے حالانکہ یہ وہ لوگ جو دنیا کی وجاہت اور دولت سے دور کھے گئے ہیں اور جان چکے ہیں کہ ”دنیا دار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے۔“ ظاہر ہے اس سے وہ لوگ مراد نہیں۔ جو جائز ذرائع سے مال کماتے ہیں اور اخونی کی زندگی کے ساتھ اپنا مال بے بیخ ضرورت مندوں پر خرچ کرتے ہیں۔

یعنی بے کسوں اور ناداروں کی مدد کرنے والے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں مصائب، صدمات اور پریشانیاں مومن کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مسلمان جب بھی کسی تھکاوٹ، بیمار، فکر، رنج و ملال، تکلیف اور غم سے دوچار ہوتا ہے، یہاں تک کہ اسے کاشا بھی چھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔“ (بخاری)

مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اشرف المخلوقات انسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے احکام کی فرمانبرداری کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ انہیں آخرت کی کامیابی عطا کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خطاؤں کو معاف کرنا پسند کرتا ہے اور انہیں ایسے مواقع فراہم کرتا ہے جو ان کی نجات کا سبب بن سکیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک شخص کے لئے ایک بلند درجہ مقرر ہوتا ہے (لیکن) وہ اپنے عمل کے ذریعہ اس درجے تک نہیں پہنچ پاتا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی چیزوں (مثلاً بیماریوں، پریشانیوں) میں مبتلا کرتے رہتے ہیں جو اسے ناگوار ہوتی ہیں، یہاں تک کہ وہ ان ناگوار یوں کے ذریعہ اس درجے تک پہنچ جاتا ہے۔“

(ابویعلیٰ، مجمع الزوائد)

اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔ وہ شرک کے سوا ایک مسلمان کے تمام گناہوں کو بخش دے گا اگر وہ چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے پر ایسے حالات طاری کرتا رہتا ہے جو اس کے گناہوں کی مغفرت کا سبب بن جاتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ایمان والا بندہ اور ایمان والی بندی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصائب اور حوادث آتے رہتے ہیں، کبھی اس کی جان پر کبھی اس کی اولاد پر کبھی اس کے مال پر (اور اس کے نتیجے میں اس کے گناہ چھڑتے رہتے ہیں) یہاں تک کہ وہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرتا ہے کہ اس کا ایک گناہ بھی باقی نہیں رہتا۔“ (ترمذی)

مصائب و آلام پر اجر کے نوید احادیث میں کثرت کے ساتھ ملتی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کا بچہ انتقال کر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ روح قبض کرنے والے فرشتے سے فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کی؟ وہ عرض کرتے ہیں: جی ہاں! پھر فرماتا ہے: اس بندے نے اس حادثے پر کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اس بندے نے آپ کی حمد بیان کی اور آپ کا شکر کیا اور اتنا اللہ وانا

الیہ راجحون پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 اس کے لئے جنت میں ایک عالی شان گھر
 بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔“
 (مسند احمد، جامع ترمذی)

کمزوروں اور بے کسوں ہی کی برکت سے
 مدد دی جاتی ہے اور تمہیں روزی دی جاتی
 ہے۔“ (بخاری)

مصحبت زدہ اور گرے پڑے مومن
 اپنی بد حالی کے سبب نفرت کے قائل نہیں
 بلکہ ہمدردی کے مستحق ہیں۔ حضرت مصعب
 بن سعد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمہیں تمہارے

آخرت میں ناکام ٹھہرے گا اور سزا پائے
 گا۔ اسی طرح جو شخص دنیا کی دلکشی سے متاثر
 نہ ہوا بلکہ ہر حال میں اللہ کی رضا پر خوش رہا،
 اپنے ہر طرح کے حالات میں اللہ کا شکر
 گزار اور صابر بندہ بنا رہا وہ ناختم ہونے
 والی اس زندگی میں عیش کے ساتھ اللہ تعالیٰ
 کی نعمتوں والی جنت میں رہے گا۔ جس کا
 وعدہ قرآن مجید میں بار بار کیا گیا ہے۔
 اللهم ربنا اجعلنا منہم۔ آمین

المختصر یہ دنیا عیش کرنے کی جگہ نہیں،
 بلکہ یہ حقیقی زندگی کی تیاری کا وقفہ ہے جو
 پھولوں کی سیج نہیں بلکہ کانٹوں کا بستر ہے جو
 دنیا کی زیب و زینت پر فدا ہو کر رہ گیا اور
 زندگی کا مقصد فراموش کر بیٹھا، ایسا شخص دنیا
 میں تو اپنی مرضی کی زندگی بسر کر لے گا مگر

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۳۰ صفحات کے اس رسالے کی قیمت انتہائی کم (فی شمارہ صرف بیس روپے اور سالانہ خریداری -/200 روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریداری بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقم ”ادارہ رضوان“ کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زرسالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور نئی آڈر فارم بھی روانہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ یاد دہانی ہو سکے۔

یاد رکھئے! زرسالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زرسالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ ”رضوان“ خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر یا بذریعہ فون اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔ نیز اپنا خریداری نمبر یا جس نام سے رسالہ جاری ہے وہ پتہ صاف اور خوشخط ضرور لکھیں۔ آپ کا تعاون اس دینی سعی و کاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور ”رضوان“ کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کیلئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

قارئین رضوان سے گزارش ہے وہ اپنا سالانہ چندہ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں جمع کر سکتے ہیں۔

Bombay Mercantile Co-operative Bank, Lucknow-18

Name of Account "RIZWAN MONTHLY", Account No. : 205110100005299

IFSC Code : UTIBOSBMCBI

نوٹ: رقم ڈالنے کے بعد دفتر کو مطلع ضرور کریں ورنہ رقم آپ کے کھاتے میں منتقل نہ ہوگی۔ اس نمبر پر مطلع کریں Cantt. No. : 9415911511

غصہ برائیوں کا سرچشمہ

سے غضب اور غصہ تمام برائیوں کا سرچشمہ بن جاتا ہے، اور غصہ اور غضب کا ترک تمام خیر اور خوبیوں کی اصل اور اخلاقِ حسنہ کی بنیاد ہے، حضرت عبداللہ بن المبارک سے درخواست کی گئی کہ آپ حسنِ خلق (اچھے اخلاق) کو ہمارے سامنے ایک لفظ میں سمیٹ کر بیان فرمادیتے تو انہوں نے فرمایا کہ غضب اور غصے کو چھوڑ دیا جائے۔

حدیث شریف کے اندر مذکور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی "لا تغضب" کا مطلب بیان کیا گیا ہے: پہلا مطلب: یہ ہے کہ حسنِ خلق پیدا کرنے والے اسباب: کرم، سخاوت، بردباری، شرم و حیا، تواضع و انکساری، صبر و تحمل، محمود و رذکر، غصے کا پی جانا، خندہ پیشانی اور خوشی سے ملنا وغیرہ اخلاقِ جلیہ کو اختیار کیا جائے، اس لئے کہ نفس جب ان اخلاق کے ساتھ متصف ہوگا اور یہ اخلاق اس کی عادت بن جائیں گے تو غصے کے اسباب پائے جانے کے وقت نفس میں غصے کو دور کرنے کی صلاحیت اور قدرت پیدا ہو جائے گی۔

اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب غصہ آئے تو اس کے تقاضے پر عمل نہ کرو، اور غصہ پیدا کرنے والی بات پیش آئے تو نفس کو غصے کے حکم پر عمل نہ کرنے پر مجبور کرو، جب انسان ایسا کرے گا تو وہ غصے کے شر سے محفوظ ہو جائے گا، اور ایسا کرنے

دہرائی اور آپ ہر مرتبہ وہی جواب دیتے رہے کہ غصہ مت کیا کرو۔

تشریح: اس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ اسے مختصر اور جامع وصیت فرمادیں تو آپ نے اس کو غصہ نہ کرنے کی وصیت فرمائی اور اس کے بار بار سوال کرنے پر وہی جواب دیتے رہے اس سے معلوم ہوا کہ غضب (غصہ) شر اور برائیوں کا سرچشمہ ہے اور غضب سے بچنا خیر کی اصل ہے۔

غضب کا معنی: اذیت اور تکلیف پہنچنے کے اندیشے کے وقت موذی کو دفع کرنے کی غرض سے یا اذیت پہنچنے کے بعد موذی سے انتقام لینے کی غرض سے قلب کے خون کا جوش مارنا غضب اور غصہ کہلاتا ہے۔

اور یہ غصہ بہت سے حرام کاموں، گناہوں اور مصیبتوں کا سبب بن جاتا ہے مثلاً قتل و غارتگری، مار پیٹ، ظلم و زیادتی، گالی کلوچ، فحش گوئی، نفیبت، بہتان، الزام تراشی، لڑائی جھگڑا اور طلاق وغیرہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے، اس طرح

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رجلاً قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم: اوصنی، قال: لا تغضب، فردد مراراً، قال: لا تغضب. (رواہ البخاری 2903) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے وصیت فرمادیتے، آپ نے فرمایا کہ غصہ مت کیا کرو، اس نے کئی مرتبہ اپنا سوال دہرایا اور آپ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا کہ غصہ مت کیا کرو۔ (بخاری 2903)

اور ترمذی شریف (222) کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ سکھلا دیجئے اور مجھ سے زیادہ باتیں نہ بیان کیجئے تاکہ جو بات آپ بتائیں اس کو میں اچھی طرح یاد رکھ سکوں اور محفوظ کر سکوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غصہ مت کیا کرو، اس شخص نے اپنی بات کئی مرتبہ

سے کبھی ایسا بھی ہوگا کہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا، اور اس قدر جلد ختم ہو جائے گا گویا اس کو غصہ آیا ہی نہیں تھا، اور اسی کی طرف قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں بھی اشارہ فرمایا گیا۔ "واذا ما غضبوا هم يغفرون۔" (الشوریٰ: 37) اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں، اور دوسری جگہ ارشاد ہے "والكظمين الغيظ والعافين عن الناس والله يحب المحسنين۔" (آل عمران: 134) اور غصے کو پٹی جانے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔

غصے کا علاج: جب انسان کو غصہ آئے تو اسے ایسے اسباب اختیار کرنا چاہئے جس سے غصہ ٹھنڈا اور دور ہو جائے احادیث نبویہ میں اس کے مختلف علاج بیان فرمائے گئے ہیں۔

1- جب غصہ آئے تو "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" پڑھنا چاہئے کیونکہ غصہ شیطانی اثر ہے اور جب شیطان سے پناہ مانگی جائے گی تو وہ اثر زائل ہو جائے گا۔

حضرت سلیمان بن مردود فرماتے ہیں کہ دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گالی گلوچ کرنے لگے اور ہم لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو ان میں سے ایک اپنے ساتھی کو غصے کی حالت میں گالی دینے لگا اور غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا

تھا، آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص اس کو کہہ لے تو اس کا غصہ دور ہو جائے گا، اگر یہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے تو اس کا غصہ ختم ہو جائے گا، تو لوگوں نے جا کر اس آدمی سے کہا کہ کیا تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں سن رہے ہو، اس نے جواب دیا کہ میں پاگل نہیں ہوں۔ (بخاری 2903، مسلم 2326) یعنی غصہ کی وجہ سے اس بے چارے کو یہ بھی نہیں پتہ چلا کہ وہ کیا جواب دے رہا ہے اور یہ نہیں سمجھ سکا کہ یہ غصہ بھی شیطانی ہی اثر ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ آدمی منافقوں یا گنوار بدوں میں سے تھا۔

2- جب غصہ آئے تو اپنے آپ کو زمین سے لگا دے اور اپنا رخسار زمین پر رکھ دے تاکہ نفس ذلیل ہو اور غرور و تکبر ٹوٹے، حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "خبردار! بلاشبہ غصہ ابن آدم کے دل میں آگ کا ایک انگارہ ہے کیا تم (غصہ کی وجہ سے) اس کی آنکھوں کی سرخی اور گردن کی رگوں کے پھولنے کو نہیں دیکھتے لہذا جسے کچھ غصہ محسوس ہو اسے زمین سے مل جانا چاہئے۔ (ترمذی کتاب المغنن 243)

3- جب غصہ آئے تو اگر آدمی کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہے تو لیٹ جائے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو اسے بیٹھ جانا چاہئے اگر اس سے غصہ نہیں گھٹتا تو لیٹ جائے۔ (ابوداؤد 2659)

4- جب آدمی کو غصہ آئے تو وضو کر لے، حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی ہی سے بجھایا جاتا ہے، لہذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے وضو کر لینا چاہئے۔

(ابوداؤد، مسند احمد 2660-4226)

5- جب آدمی کو غصہ آئے تو غسل کر لے، امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے خطبہ دے رہے تھے اور انہوں نے لوگوں کے دو یا تین مہینے کے وظیفے روک رکھے تھے تو خطبے کے دوران مجمع عام میں ابو مسلم خولانی نے ان کو مخاطب کر کے کہا کہ اے معاویہ یہ مال (یعنی بیت المال کا مال) تمہارا مال نہیں ہے اور نہ تمہارے باپ کا مال ہے اور نہ تمہاری ماں کا مال ہے، حضرت معاویہ (کو غصہ آیا، مگر ضبط کیا اور) لوگوں کو اشارہ کیا کہ ٹھہرے رہو، اور خود منبر سے اترے اور جا کر غسل کیا اور دوبارہ منبر پر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ ابو مسلم کہتے ہیں۔

امت پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق

ہوئے فرمایا: ”میری مثال اور مجھے اللہ کی طرف سے ملنے والی نبوت کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو کسی قوم کے پاس آئے اور کہے، اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے لشکر دیکھا ہے اور میں تمہیں کھلے عام ڈرا رہا ہوں اور چونکا کر رہا ہوں، اس لئے سنہیل جاؤ اور بچاؤ کا سامان کرو۔

پھر اس کی قوم میں سے ایک گروہ اس کی بات مان کر راتوں رات چل دے اور نجات پا جائے۔ جب کہ دوسرا گروہ اسے جھٹلا دے اور اپنی جگہ ٹھہرا رہے۔ چنانچہ لشکر آئے اور اسے ہلاک کر کے بیخ و بن سے اکھاڑ دے۔ چنانچہ یہی مثال اس آدمی کی جو میری فرمانبرداری کرے اور میری نبوت کے مطابق چلے اور اس آدمی کی جو میری نافرمانی کرے اور اس حق کی تکذیب کرے جو میں لے کر آیا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

بلاشبہ ان حقوق کی معرفت حاصل کرنا اور ان کی نصیحت کرتے رہنا سب سے اہم واجبات میں سے ایک ہے، کیونکہ یہی راستہ ہے جس پر چل کر ان حقوق کو ادا کیا جاسکتا اور بخوبی نبھایا جاسکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اس امت کا کوئی بھی شخص خواہ یہودی ہو یا نصرانی، میرے بارے میں سن لیتا ہے، پھر مرجاتا ہے اور میری لائی ہوئی

الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ (آل عمران) درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

(وما ارسلناک الا رحمة للعالمین) (الانبیاء) اے محمد (ﷺ)! ہم نے تمہیں دراصل دنیا والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

دنیا میں شقاوت اور آخرت میں اللہ کے غضب، جہنم کے دردناک عذاب کو موجب بننے والی ہلاکت اور گمراہی سے بچانا اتنی بڑی نعمت ہے کہ جس ہستی کے ذریعہ یہ نعمت حاصل ہوئی، ان کے حقوق ملحوظ رکھنا اور ان کو پورا کرنا واجب ہے۔

یہ اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ہیں جس نے اپنی اور اپنے ساتھ بھیجی گئی ہدایت و نجات کی مثال بیان کرتے

بندوں پر اگرچہ پروردگار کی نعمتیں بے پناہ ہیں۔ اس کی نوازشیں بے پایاں اور اس کی عطائیں بے انتہا ہیں، جن کا تقاضا ہے کہ شکر ادا کیا جائے، جو ان میں اضافے کا باعث بنے اور اس عزیز و حمید ذات کی تعریف کی جائے، تاکہ اس کی رضامندی حاصل ہو۔ تاہم ان میں سے سب سے بڑی نعمت کہ جس جیسی کوئی اور نعمت نہیں، وہ اللہ کی یہ نوازش ہے کہ اس نے بشیر و نذیر، سراج منیر، رحمت للعالمین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔

(یا ایہا النبی انا ارسلناک شہداً و مبشراً و نذیراً، و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً)۔ (احزاب) اے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔ اللہ کی اجازت سے اُس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔

(لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولاً من انفسہم یتلو علیہم آیاتہ و ینزیہہم و یعلمہم

تعلیمات پر ایمان نہیں لاتا تو وہ جہنمی ہے۔
(صحیح مسلم/مسند احمد)

ہر عقلمند اور صاحب ایمان جانتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں جن خیرات و برکات سے نوازا ہے وہ شمار سے باہر ہیں، وہ خیرات صرف دنیا ہی تک محدود نہیں ہیں، بلکہ آخرت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت وغیرہ کی شکل میں ظاہر ہوں گی، اس پر غور کر لینے کے بعد ہر صاحب بصیرت اس بات کا اعتراف کر لے گا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ اور سب سے بڑا حق اس کے رسول حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

پہلا حق ایمان لانا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں سب سے پہلا اور اہم ترین حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے۔ کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کا لازمی تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا کہ: (یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تولوا عنہ وانتم تسمعون) (الانفال) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور حکم سننے کے بعد اس سے سر تابی نہ کرو۔

اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے گا، وہی اللہ

کا فرمانبردار ہے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے وہ درحقیقت اللہ کا نافرمان ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اسی بات کا حکم دیتے ہیں جس کا اللہ حکم دے اور اسی بات سے منع کرتے ہیں جس سے اللہ منع کرے۔

(من یطع الرسول فقد اطاع اللہ و من تولیٰ فما ارسلناک علیہم حفیظاً۔) (النساء) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی اور جو منہ موڑ گیا، تو بہر حال ہم نے تمہیں ان لوگوں پر پاسبان بنا کر تو نہیں بھیجا۔ اور فرمایا: (و ما اتاکم الرسول فخذوه و ما نہاکم عنہ فانتہوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب۔) (الحشر) جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دیں اس سے رک جاؤ، اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

فرمانبرداری کے فوائد و ثمرات

اس فرمانبرداری سے اللہ تعالیٰ جو فوائد اور ثمرات عطا کرتا ہے وہ بیان سے باہر ہیں اور شمار میں نہیں آسکتے۔

پہلا فائدہ

ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہی فرمانبرداری صراط مستقیم پر گامزن کرتی اور دنیا

و آخرت کی سعادتوں سے ہمکنار کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ، فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَیْهِ مَا جَحَلَ وَعَلیْكُمْ مَّا حَمَلْتُمْ، وَإِن تَطِيعُوْهُ تَهْتَدُوْا، وَمَا عَلَی الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِیْنُ۔ (النور: 45)

اللہ کے مطیع بنو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع فرمان بن کر رہو، لیکن اگر تم منہ پھیرتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جس فرض کا بار رکھا گیا ہے اُس کے ذمہ دار وہ ہیں اور تم پر جس فرض کا بار ڈالا گیا ہے اُس کے ذمہ دار تم ہو، اُن کی اطاعت کرو گے تو خود ہی ہدایت پاؤ گے، ورنہ رسول کی ذمہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ صاف صاف حکم پہنچا دے۔

دوسرا فائدہ

اسی طرح اس کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے آدمی پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَ الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ (آل عمران)

اللہ اور رسول کا حکم مان لو، تو تم سے دعا ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔

تیسرا فائدہ

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ان

لوگوں کے ساتھ جنت کا داخلہ نصیب کرتا ہے جن پر انعام کیا گیا ہے، جن میں سب سے پہلے انبیاء ہیں، پھر دوسرے درجے پر وہ صدیق ہیں جو صدق میں اور اللہ کے دین، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کی تصدیق میں درجہ اجتناب پر فائز ہیں اور انبیاء کے پیروکاروں میں سے افضل ترین لوگ ہیں، اس کے بعد شہداء کا درجہ ہے اور پھر وہ مومن جن کا ظاہر اور باطن پاک ہے۔

(ومن يطع الله و الرسول فأولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصدّيقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقاً). (النساء) جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین، کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میرا آئیں۔

یہی وجہ ہے کہ جہنم کی آگ میں جب کفار کے چہرے جھلسیں گے اور انہیں عذاب دیا جا رہا ہوگا تو وہ اس حسرت کا اظہار کریں گے کہ کاش! انہوں نے اللہ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یوں خبر دی ہے کہ: (يوم تقلب وجوههم في النار يقولون يا ليتنا اطعنا الله و اطعنا الرسول). (الاحزاب) جس روز ان کے چہرے آگ پر الٹ پلٹ کئے جائیں گے اس وقت وہ کہیں گے کہ کاش! ہم

نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی ہوتی۔

چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی تمنا کریں گے، لیکن ایسے وقت میں کہ جب اس تمنا کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اور وقت بیت چکا ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی حقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ نمائی میں چلا جائے، آپ کی پیروی کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو اپنایا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا جائے اور اسے لوگوں کے خیالات اور خوش فہمیوں پر مقدم رکھا جائے۔ تمام امور کا فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کروایا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر پوری رضامندی اپنائی جائے۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے۔ (ترجمہ) پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی آئی پر، جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے اور پیروی اختیار کرو اس کی، امید ہے کہ تم راہ راست پالو گے۔ (الاعراف)

ایمان کی درستگی کیلئے شرط

اللہ تعالیٰ نے ایمان کی درستگی کے لئے شرط مقرر کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سر تسلیم خم کیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو خوشدلی اور رضامندی سے مانا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر کوئی

حرف اعتراض نہ اٹھایا جائے اور نہ ہی اس میں کسی شک یا تردد کا اظہار کیا جائے۔

(فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فسى انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً). (النساء) نہیں، اے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)! تمہارے رب کی قسم! یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ آپ فیصلہ کریں اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا سب سے بڑا فائدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا سب سے بڑا فائدہ اور سب سے بڑھا پھل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبرداروں کو اللہ کی محبت ملتی ہے اور ان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم). (آل عمران) اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا، وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

اس لئے اس شرکی حفاظت کا اور اس عمدہ و بہترین بدلے سے ہمیشہ بہرہ مند رہنے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ہر اس چیز سے بچا جائے جو اس کے برعکس ہو یا جس سے اس میں کمی واقع ہو۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی مخالفت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں بدعت سازی کرنا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بدلنا۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کوئی بھی کام کرنے والے کو وعید سنائی ہے کہ وہ دنیا میں فتنے، کفر اور نفاق میں مبتلا ہوگا جب کہ آخرت میں اسے دردناک عذاب دیا جائے گا۔

(فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم). (النور) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہئے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔

عمر باض بن ساریہ کی حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں تمہیں اللہ کے ڈر کی اور بات سن کر مان لینے کی نصیحت کرتا ہوں، اگرچہ (تمہارا امیر) کوئی حبشی غلام ہو، کیونکہ تم میں سے جو کوئی میرے بعد زندہ رہا، وہ بہت سا اختلاف دیکھے گا، اس لئے تم میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لینا، اسے مضبوطی سے تمام لینا اور اس سے چپٹے رہنا، اور نئے

نئے امور سے بچنا، کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی واضح کیا کہ جس کسی نے دین میں کوئی نیا کام ایجاد کیا یا اپنی طرف سے کوئی ایسا طریقہ مقرر کیا جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا تو اس کا وہ کام غیر مقبول اور مردود ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسا کام ایجاد کیا جو اس میں نہ ہو تو وہ مردود ہے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے مفہوم میں چار چیزیں داخل ہیں:

- آپ کی بتائی ہوئی خبروں کی تصدیق کرنا۔
- جس چیز کا حکم دین اس میں آپ کی اطاعت کرنا۔
- جس چیز سے روک دین اس سے رک جانا۔
- آپ کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق اللہ کی عبادت کرنا۔

دوسرا حق: محبت

اللہ کے بندو امت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی حق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یوں محبت کی جائے کہ والد، بیٹے اور تمام لوگوں کی محبت سے بڑھ کر ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم

میں سے کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد، اس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔“

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے اللہ کے پیغمبر! آپ مجھے ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہیں، سوائے میری جان کے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”نہیں، اللہ کی قسم! (اس وقت تک بات نہیں بن سکتی) جب تک میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: تو اب ایسے ہی ہے، اللہ کی قسم! آپ مجھے میری جان سے بھی پیارے ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”عمر! اب بات بنی ہے۔“

اس سچی محبت کا یہ عظیم ثواب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا مقام اور مرتبہ بہت بلند ہے اور اس کی ترغیب دلانا اور اس کی انتہا تک پہنچنے کا شوق بیدار کرنا بھی ضروری ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ”تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟“ اس نے کہا کہ میں نے اس کے لئے بہت زیادہ نماز، روزے اور صدقے کے ساتھ تیاری نہیں کی، لیکن میں

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ محبت کرے۔“

یہ یقینی بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی محبت کرنے والے کی سچائی ظاہراً بھی دکھائی دیتی ہو، ورنہ تو یہ خالی دعویٰ ہوگا، جس کی کوئی دلیل نہ ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعویٰ محبت کی علامات و نشانیاں

آپ کے ساتھ دعویٰ محبت میں مخلص ہونے کی کئی ایک علامات اور نشانیاں ہیں، جن میں سے اہم ترین علامات یہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا، سچی اور آسانی، خوشی اور غمی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اپنانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو اپنی خواہش پر مقدم رکھنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی نصرت کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا دفاع کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی حفاظت کرنا اور کثرت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے رہنا، کیونکہ جو شخص کسی چیز سے محبت کرتا ہے، وہ کثرت سے اسے یاد کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات کا بہت زیادہ مشتاق ہونا، جیسے ایک محبت اپنے محبوب سے ملنے اور ملاقات کرنے کا آرزو مند ہوتا ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی محبت کی ایک بہت بڑی علامت کثرت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ہے۔ جو آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود پڑھے، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث کی رو سے ثابت ہے۔ بالخصوص ان مواقع پر جہاں درود پڑھنا مستحب ہے، مثلاً دعا کے شروع اور آخر میں، اذان کے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت، مسجد میں داخل ہوتے اور مسجد سے نکلنے وقت، جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات اور تشہد میں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنتے ہوئے آپ کی تعظیم و توقیر ملحوظ رکھے، نیز مصائب و آلام میں آپ کی جدائی کی مصیبت اور صدمہ یاد کر کے صبر و سکون کی ہمت حاصل کرے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ اہلبیت کے ساتھ، مہاجرین و انصار صحابہ کے ساتھ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے ساتھ محبت کی جائے، جن کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہر اس چیز سے محبت کرتے تھے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کی، حتیٰ کہ مباح امور میں بھی، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح

مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بار دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برتن سے کدو تلاش کر کے تناول فرما رہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں ہمیشہ کدو پسند کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے چمڑے سے بنے جو تھے پہننے اور زرد رنگ استعمال کرتے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ اس شخص کو ناپسند کیا جائے جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا، اس کے ساتھ دشمنی کی جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں بدعت سازی کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی کسی چیز کو ناپسند کرے یا بوجھل سمجھے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قرآن سے محبت کرنا، اس کی ہدایت پر چلنا، اس کی محکم بات پر عمل کرنا، اس کے مشاہدات پر ایمان لانا، اس کی تلاوت کرنا اور اس پر غور و خوض کرنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی اہم علامات ہیں۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

اسوہ کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت کرنا، ان کے ساتھ مہربانی پیش آنا، ان کی خیر خواہی کرنا، ان کی بھلائی کے لئے کوشاں رہنا اور انہیں پریشانی سے بچانا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی اہم علامات میں سے ہے، جیسا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے ساتھ بڑے مہربان اور رحمدل تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (لقد جائکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریم علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم) (التوبہ) دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے، جو خود تمہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لئے وہ شفیق اور رحیم ہے۔

تیسرا حق نبی اکرم ﷺ کا ادب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک طے شدہ حق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب میں جو باتیں شامل ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھا جائے اور کوئی کام اس تک نہ کیا جائے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم نہ دیں یا منع نہ کریں۔ اللہ کا فرمان ہے:

(یا ایہا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ

ان اللہ سمیع علیم)۔

(الحجرات)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اللہ اور اس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرو، اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

یہ ایک ربانی حکم ہے، جو قیامت تک باقی ہے اور اسے کوئی چیز منسوخ نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے آگے بڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنے کی طرح ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا تقاضا ہے، کیونکہ ایسا کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بقول حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اس آدمی کے متعلق کیا گمان ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعت کے مقابلے میں اپنی آرا اور خیالات کو ترجیح دے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دینا بھی دوسرے لوگوں کو آواز دینے کی مانند نہیں۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

(لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً)۔

(النور) مسلمانو! اپنے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی طرح نہ سمجھو۔

مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے نام کے ساتھ آپ کو ایسے آواز دینا جیسے دوسروں کو آواز دی جاتی ہے، درست نہیں۔

بلکہ یوں کہو کہ ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔“

یا اس آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو دوسرے لوگوں کے بلانے کی طرح نہ سمجھو کہ

اگر جی میں آیا تو جواب دے دیا، ورنہ چھوڑ دیا، بلکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلائیں تو

کسی بھی آدمی کے لئے کوئی گنجائش نہیں کہ وہ جواب نہ دے اور نہ ہی اس کے لئے یہ بات

روا ہے کہ اسے ماننے میں کوتاہی کرے۔

اسی طرح یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہے کہ اہل ایمان جب نبی کریم کی

معیت میں کسی اجتماعی معاملے میں مشغول ہوں، مثلاً خطبہ سن رہے ہوں یا میدان جہاد

میں ہوں یا سرحد پر ہتھیار بند ہوں تو ان میں سے کسی کے لئے جائز نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لئے بغیر چلا جائے۔

(انما المؤمنون الذین آمنوا

باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذهبوا حتی

یستأذنوہ)۔ (النور)

مومن تو اصل میں وہی ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول کو دل سے مانیں اور جب کسی

اجتماعی کام کے موقع پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں تو اُس سے اجازت لئے

بغیر نہ جائیں۔

چوتھا حق: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر بھی آپ کے حقوق میں داخل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (انا ارسلناک شہاداً و مبشراً و نذیراً، لتؤمنوا باللہ و رسولہ و تعزروه و توقروه و تسبحوه بکرة و اصیلاً).

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر بھی آپ کے حقوق میں داخل ہے کہ:

- آپ کے فرمان و حدیث کی تعظیم کی جائے۔

- آپ کی مسجد کی تعظیم کی جائے۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں اور شخصیات کا حکم دیا ہے ان کی تعظیم کی جائے۔

پانچوں حق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا تقاضا ہے کہ دوسروں کی آرا و خیالات کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر کسی شک کا اظہار نہ کیا جائے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی بنیاد پر دوسروں کے خیالات کو مشکوک سمجھا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو قیاس اور اس جیسی دیگر چیزوں کے ساتھ رد نہ کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کسی بھی چیز کے قبول کرنے کو اس بات پر منحصر نہ سمجھا جائے کہ کوئی دوسرا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت

کرے۔ یہ سب کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب میں کوتاہی کا سبب ہیں اور بہت بڑی جسارت ہیں۔

- آپ کی ازواج مطہرات کی طرف سے دفاع۔
- آپ کے صحابہ کرام کی طرف سے دفاع۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرما۔ دائرہ دین کی حفاظت فرما۔ دین کے دشمنوں کو اور تمام سرکش و مفسد لوگوں کو تباہ فرما۔ مسلمانوں کے دلوں میں الفت ڈال دے۔ ان کی صفوں میں اتحاد پیدا فرما۔ ان کی قیادت کی اصلاح فرما اور اے رب العالمین! انہیں حق پر جمع فرما دے۔ آمین یا رب العالمین۔



چھٹا حق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع اور مدد کرنا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم حق یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے جان و مال سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور آپ کی طرف سے دفاع کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع میں درج ذیل امور داخل ہیں:

- آپ کی تعلیمات اور سنت کی طرف سے دفاع۔

ضروری اعلان

محترم قارئین کرام!

جن لوگوں کو دفتر کی جانب سے بقایا جات کے خطوط روانہ کئے گئے ہیں، ان سے گزارش ہے کہ جلد از جلد بقایا رقم ادا فرمادیں، اس وقت ادارے کو رقم کی سخت ضرورت ہے نیز اگر رسالہ جاری رکھنے کا ارادہ نہ ہو، مطلع کردیں تاکہ ادارے کا مزید نقصان نہ ہو۔ جو حضرات دفتر سے معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ ۲ بجے سے شام ۵ بجے تک فون پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ جمعہ کے دن دفتر بند رہتا ہے۔

دفتر کھلنے کا وقت ۲ بجے سے ۵ بجے تک ہے، دیگر اوقات میں فون نہ کریں۔

رابطہ کیلئے: Mobile : 9415911511

شاید کوئی مل جائے

سب سے بڑھ کر اندھیرے بھیلار ہے ہیں۔
جن لوگوں کو چراغ دیے گئے تھے کہ روشنی کریں،
وہ ان چراغوں سے شہر کو آگ لگا رہے ہیں۔

ایسے میں..... زہبی انتہا پسندی اور ظاہر
پرستی کے اس دور میں لطف احساس کے مالک
ایسے اعلیٰ انسانوں کو کہاں ڈھونڈ جائے؟ فرقہ

واریت اور قوم پرستی کے مارے ہوؤں میں
سچے خدا پرستوں کو کہاں تلاش کیا جائے؟
مفاد پرستوں اور اکابر پرستوں کے بیچ میں وہ

عباد الرحمن کہاں سے پاؤں جو تعصبات،
خواہشات اور مفادات سے بلند ہو چکے ہوں؟
مگر پھر بھی ڈھونڈنا ہوں۔ اس لئے کہ

یہی لوگ حاصل تخلیق ہیں۔ شاید کہیں دور کوئی
بنت حوا، کوئی ابن آدم اپنی کثافتوں سے نکل کر
لظافتوں کی اس دنیا میں آنے کو تیار ہو۔ ہو سکتا

ہے کہ کسی گوشے میں کوئی متلاشی حق موجود ہو۔
جو شیطانوں کی غلیظ دنیا سے نکل کر فرشتوں کی
پاکیزہ دنیا میں آنا چاہتا ہو۔ جو انسانی عظمت کو

سجدہ کرنے کے بجائے خدائی عظمت کے
سامنے پیشانی ٹیکنے کو تیار ہو جائے۔ کوئی ہو جو صبر،
تسبیح، تمجید کے موتی اور عجز، محبت، شکرگزاری کے

آنسو خدائے ذوالجلال کو پیش کرنا چاہتا ہو۔ کوئی
ہو جو خدا کی محبت اور کردار کی عظمت کی نبوی
نمونے کو اپنانے کے لئے تیار ہو۔ کوئی ہو جو صبر،

خدمت اور محبت کا نمونہ بننے کے لئے تیار ہو۔
بس اسی تلاش میں زندگی گزر گئی..... اور
اسی تلاش میں زندگی گزر رہی ہے..... شاید کوئی

مل جائے..... اسی لئے لکھتا ہوں..... اسی
لئے بولتا ہوں..... شاید کوئی مل جائے۔

رب عظیم کا تھا کہ احساس کا ہر جوہر اس کی بارگاہ
میں سجدہ ریز رہتا ہے۔ اعتراض کا ہر جذبہ اس
کی بڑائی کے سامنے سرنگوں رہتا۔ محبت کا ہر
رنگ اس کی عنایات کا احساس مند رہتا۔

لوگ غیب میں پوشیدہ خدا کی ان مہربانیوں
کی تلاش کرتے جو ہر جگہ عیاں ہیں۔ لوگ
آنکھوں کی گرفت اور حدادہ اک سے بلند خدا کو اپنی
نعمتوں کے نکل میں ڈھونڈتے اور نہاں خاندول
میں اس کے حضور شکرگزاری کی نذر چڑھاتے۔

مگر افسوس! انسان اس بلندی پر تو کیا
چڑھتا، پستی کا یہ کیسے کرنے پر آتا ہے تو گر تباہی
چلا جاتا ہے۔ کیسا لطیف احساس تھا جو انسان کو

دیا گیا تھا۔ مگر انسان اپنے اس جمال کو زوال
کے گڑھے میں پھینک دیتے ہیں۔ اپنے ذوق
کی اس لطافت کو اخلاق کی غلاظت سے

بھردیتے ہیں۔ وہ اپنے جذبات کو نفرت
انانیت اور تعصب سے، اپنی زبان کو جھوٹ،
بہتان اور لغویات سے، اپنے عمل کو ظلم، حق تلفی
اور زیادتی سے آلودہ کر دیتے ہیں۔

اس سے بڑا ستم یہ ہے کہ چار سو پچاسی اس
گرہی میں جن لوگوں کو یہ ذمہ داری دی گئی تھی
کہ وہ صحیح بات کی طرف رہنمائی کریں، وہی

اس وسیع و عریض کائنات میں انسان کیا
ہے؟ عدم سے وجود پانے والی ایک ناقابل
تذکرہ ہستی۔ جو کل شروع ہوا تو ایک قطرہ آب
تھا۔ جس کا آج نجاستوں اور غلاظتوں سے بھرا

ایک حیوانی وجود ہے۔ جس کا کل قبر کا گڑھا اور
مٹی کا ڈھیر ہوگا۔ انسان زندہ رہے تو اس
کائنات کو کیا فرق پڑتا ہے، وہ مرجائے تو کیا

فرق پڑ جائے گا؟ سچ کہوں تو کچھ نہیں۔
مگر اس بے وقعت وجود کو قیمتی بنا دینے
والی صرف ایک چیز ہے۔ وہ یہ کہ نجاستوں کا یہ

ڈھیر، خون، بدبو اور حیوانیت کا یہ مجموعہ، اپنی
تمام تر کثافت کے اندر ایک لطافت رکھتا ہے۔
یہ لطافت اس احساس کی لطافت ہے جو جب

کبھی ظاہر ہوتی ہے، بجز تخلیق کرتی ہے۔
انسان اس احساس سے تاج محل کو تخلیق
کرتا ہے۔ وہ شاہکار غزلیں، لافانی داستانیں،

بے مثال فن پارے اور بے پناہ تاثر کے حامل
نغمے بکھیر سکتا ہے۔ آہ! مگر اس انسان کا المیہ یہ
ہے کہ احساس کی یہ ساری لطافت اپنے جیسے

انسانوں کے لئے جنم لیتی ہے۔ کوئی انسان
کے عشق میں اسیر ہو جاتا ہے اور کوئی انسانوں
کی عظمتوں میں گم ہو جاتا ہے۔ یہ حق تو صرف

موسیٰ علیہ السلام کا گمان یہ تھا کہ روئے زمین پر سب سے زیادہ علم ان کے پاس ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی کے ذریعے بتلایا کہ زمین پر ایک شخص ہی ایسی موجود ہے جس کا علم ان سے زیادہ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام ان سے ملاقات کے لئے نکل پڑے اور علم حاصل کرنے کے شوق کا اظہار کیا لیکن وہ خضر علیہ السلام کے افعال پر مبرنہ کر سکے کیونکہ انہیں ان افعال کی حکمتوں کا علم نہیں تھا۔

اس فتنے سے بچاؤ کا طریقہ یہ ہے بندہ تواضع اختیار کرے اور اپنے علم پر اس کو غرور و تکبر نہ ہو اور ہمیشہ اپنے آپ کو کم علم ہی سمجھے۔

اقتدار کا فتنہ:

ذوالقرنین علیہ السلام ایک عادل بادشاہ تھے جو اکثر و بیشتر خدا کے دین کو پھیلانے کی غرض سے سفر کیا کرتے تھے ایک مرتبہ وہ ایسی قوم کے پاس پہنچے جو یا جوج ماجوج کے حملوں سے خوفزدہ تھی اور یا جوج ماجوج طاقت کے گھمنڈ میں ان کو تنگ کیا کرتے۔ چنانچہ ذوالقرنین علیہ السلام نے ان کی مدد کرتے ہوئے ایک بڑی دیوار بنائی جو کہ آج تک قائم ہے۔ طاقت کے اس فتنے سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرے تاکہ طاقت اس کو گھمنڈ میں مبتلا نہ کریں اور آخرت کو بدستور یاد رکھے کیونکہ وہاں سب سے بڑے طاقتور کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(بقیہ..... صفحہ..... ۳۹..... پر)

سورہ کہف اور چار فتنے

فتنے کا ذکر ہے۔ یہی چار بڑے فتنے ہیں جن کا سامنا اکثر و بیشتر زندگی میں کرنا پڑتا ہے۔

دین کا فتنہ:

چند لو جو انوں نے انہا دین بچانے کے لئے ظالم و جاہل بادشاہ کی چنگل سے فرار ہو کر ایک غار کا رخ کیا جہاں خدا نے ان کو 309 سال تک سلائے رکھا جب ان کی آنکھ کھلی تو پوری کی پوری بہتی ایمان لائگی تھی۔ اس واقعے کے ذکر کے بعد چند آیات ہیں جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ نیک لوگوں کی صحبت اور آخرت کی زندگی کے بارے میں متفکر رہنے سے ہی دین کے فتنے سے بچا جا سکتا ہے۔

مال کا فتنہ:

وہ شخص جس کو خدا نے دو باغ عطا کئے تھے مگر اس نے خدا کی نعمتوں کی ناشکری کی اور بعث بعد الموت کا انکار کیا جس کی پاداش میں خدا نے اس کے دونوں باغات کو تباہ و برباد کر دیا اور دنیا میں ہی اسے ناشکری کی سزا دی۔ اس واقعے کے ذکر کے بعد چند آیات کا ذکر ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ مال کے فتنے سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ دنیا کی حقیقت کو جان لیا جائے اور آخرت کو یاد کر لیا جائے۔

دنیا میں اس وقت جتنی خرابیاں نظر آ رہی ہیں اور جتنا فساد پھیلا ہوا ہے، اس کا سبب تو دین ہے کہ دین حق کے پیروکاروں کو باطل کی طرف سے تکلیفوں کا سامنا ہے، یا مال و دولت کی ہوس ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال کمانے کے چکر میں دوسروں کے حقوق پا مال کئے جا رہے ہیں، یا نئے علوم اور اس سے حاصل ہونے والی ٹیکنالوجی کا غلط استعمال ہے یا پھر دنیا پر قبضہ کرنے کی جنگ ہے جس میں طاقتوروں کی لڑائی میں کمزور مارے جا رہے ہیں۔ تو گو یادین، مال، علم اور اقتدار یہ وہ چار فتنے ہیں جن کی وجہ سے آج دنیا پریشان ہے۔

سورہ کہف میں ذکر کئے گئے چار واقعات میں انہی چار فتنوں کی طرف اشارہ ہے اور ہر واقعے کے بعد ان فتنوں سے نمٹنے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے۔

اصحاب کہف کے واقعہ میں دین کے فتنے کا تذکرہ ہے، باغوں والے واقعے میں مال کے فتنے کا تذکرہ ہے، موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام کے واقعے میں علم کے فتنے کا ذکر اور ذوالقرنین کے واقعے میں اقتدار کے

صدقہ سرورِ بلا

اللہ کے دیئے ہوئے مال سے اپنی حفاظت کیجئے

کہ صدقہ کرنے میں ہمارے لئے دین و دنیا کا فائدہ پنہاں کر دیا گیا ہے۔ فقہیہ فرماتے ہیں کہ صدقہ ضرور کرنا چاہئے چاہے کم ہو یا زیادہ کیونکہ اس میں دس پسندیدہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ پانچ دنیا میں، پانچ آخرت میں۔
دنیا والی پانچ یہ ہیں:

- ۱- مال پاک ہوتا ہے۔
 - ۲- بدن گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔
 - ۳- بیماریاں اور آفات دور ہوتی ہیں۔
 - ۴- مساکین خوش ہوتے ہیں۔
 - ۵- مال میں برکت اور رزق میں فراخی حاصل ہوتی ہے۔
- آخرت والی پانچ یہ ہیں:

- ۱- صدقہ سخت گرمی میں آدی کیلئے سایہ بنے گا۔
 - ۲- حساب میں تخفیف ہوگی۔
 - ۳- میزان عمل کا وزن بڑھے گا۔
 - ۴- پل صراط پر گزرنا آسان ہوگا۔
 - ۵- جنت کے درجات میں اضافہ ہوگا۔
- پس مسلمانوں کو چاہئے کہ دین و دنیا کی بھلائی کے لئے صدقہ ضرور کرے۔ اگر صدقہ میں مساکین کی دعاؤں کے سوا کچھ فضیلت نہ بھی ہوتی تو بھی ایک عقلمند انسان کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس کی کوشش کرتا اور اب تو پوچھنا ہی کیا کہ اس میں اللہ کی رضا بھی ہے اور شیطان کی تحقیر و توہین بھی۔ اللہ ہم سب کو اچھے اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے اور جو شخص صدقہ روکتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے عافیت روک لیتا ہے، جیسے ایک کام کو سرانجام دینے کے لئے اس کی شرائط کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے تاکہ کام احسن طریقے سے ادا ہو اور اس کے ثمرات حاصل ہوں، ایسے ہی صدقہ کرنے کے لئے چند امور مد نظر رکھنا ضروری ہیں تاکہ نیکی ضائع نہ ہو اور ہم اس کی اصل روح سے مستفید ہو سکیں۔

- ۱- حلال مال سے صدقہ کرنا۔
 - ۲- قلیل مال سے بھی بقدر ہمت دینا چاہئے۔
 - ۳- صدقہ کرنے میں جلدی کرنا کہ کہیں موقع ہاتھ سے نہ نکل جائے۔
 - ۴- بہترین اور عمدہ مال سے صدقہ دینا۔
 - ۵- صدقہ کے بعد احسان نہ جتلانا۔
 - ۶- صدقہ کے بعد تکلیف نہ پہنچانا کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے: ”تم احسان جتا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو بر باد مت کرو۔“ (البقرہ 264)
- اللہ تعالیٰ کے ہر فرمان میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے اور اگر ہماری باطنی آنکھیں روشن ہو جائیں تو ہم پر آشکارا ہوگا

صدقہ کے بارے میں حضرت ابو ذر غفاری نے فرمایا: ”نماز دین کا ستون ہے، جہاد عمل کی چوٹی ہے اور صدقہ ایک عجیب چیز ہے، صدقہ ایک عجیب چیز ہے، صدقہ ایک عجیب چیز ہے۔“
صدقہ رد بلا ہے، آگ سے بچاؤ ہے، مصیبت سے پناہ ہے اور بیماری سے تحفظ ہے۔ صدقہ مصیبت کا توڑ ہے، جس راہ سے صدقہ نکلے گا مصیبت، پریشانی اور بیماری اس راہ سے منہ موڑ لے گی۔ بخل اور کمینگی کفر کا شعبہ اور کفر کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور سخاوت ایمان کا شعبہ ہے اور ایمان کا ٹھکانہ جنت ہے۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: ”اپنے مال کو زکوٰۃ کے ذریعہ محفوظ کرو اور اپنے بیماروں کا صدقہ کے ذریعہ علاج کرو۔“ ایک دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: ”جو شخص بھی دن یا رات میں صدقہ کرتا ہے وہ نہ ہر لیے جانور کے ڈسنے سے، دیوار یا چھت وغیرہ کے تلے دینے سے اور اچانک موت سے محفوظ رہتا ہے۔“

کیا ہماری بہنیں محفوظ ہیں؟

- : ایک جھنجھوڑ دینے والا واقعہ : -

گزشتہ روز بس سے اسکول جاتے ہوئے میری ملاقات ایک نوجوان سے ہوئی۔ اس ملاقات نے مجھے اندر تک جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ میرے ہاتھ میں اردو کا اخبار تھا۔ نوجوان نے مسکراتے ہوئے مجھ سے اخبار طلب کیا۔ ”معاف کیجئے گا، میرے پاس اردو کا اخبار ہے۔“ میرے جواب پر اس نے مسکراتے ہوئے کہا کہ کوئی بات نہیں میں تھوڑی بہت اردو پڑھ لیتا ہوں۔ مجھے لگا شاید یہ نوجوان مسلمان ہے، کیونکہ بہت سارے مسلم نوجوان بھی اچھی طرح اردو پڑھنا لکھنا نہیں جانتے۔ اس سے پہلے کہ مزید میں اس سے کچھ دریافت کرتا اس نے خود ہی کہنا شروع کیا۔ ”میری گرل فرینڈ مسلمان ہے اور اس نے ہی مجھے اردو لکھنا پڑھنا سکھایا ہے۔“ مجھے اس کی بات پر زیادہ حیرانی نہیں ہوئی البتہ میں نے مزید وضاحت کے لئے براہ راست بات کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔ ”آپ ہندو ہیں؟“ میرے اس سوال پر وہ تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر کہنے لگا کہ میں خاندانی طور پر ہندو اور

نظریاتی طور پر ”ناسٹک“ (Atheist) ہوں، البتہ اب مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔

”آپ اپنی مرضی سے مسلمان ہونا چاہتے ہیں یا آپ کی گرل فرینڈ کا حکم ہے۔“

”نہیں۔ اس نے ایسا کبھی نہیں کہا، ہاں مجھے اسلام کے بارے میں بتاتی ضرور ہے، لیکن شاید وہ خود بھی اپنے مذہب کے بارے میں بہت کم ہی جانتی ہے۔

اب وہ نوجوان خود ہی اپنے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا۔ اس نے بتایا کہ وہ کانپور کا رہنے والا ہے اور اپنے کسی دوست کی شادی میں بہار آیا ہوا ہے۔ نوجوان بہت زیادہ پڑھا لکھا نہیں لگ رہا تھا لیکن اس کی باتوں میں سنجیدگی اور ٹھہراؤ تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ اسلام کے متعلق جاننا چاہتا ہے لیکن اس خوف سے اپنی خواہش کا برملا اظہار نہیں کرتا کہ اس کے گھر والے اور سماج کے لوگ اسے جینے نہیں دیں گے۔ اس نے بتایا کہ اتر پردیش کا ماحول بہت تیزی سے بدل رہا ہے۔ ہندو تنظیموں کا اثر و رسوخ دن بدن

بڑھتا جا رہا ہے۔ نئی حکومت بننے کے قبل سے ہی ہندو تنظیموں خاص طور سے ”بجنگ دل“ اور ”ہندو یوواواہنی“ کے کام کرنے کے طریقوں میں بھی تبدیلی آئی ہے۔ اس نوجوان نے بتایا کہ ہندو تنظیموں کی پوری کوشش مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو ان کے دین سے بدظن کرنا ہے۔ اس کے لئے ان تنظیموں نے بہت ہی مضبوط لائحہ عمل بنایا ہے۔ شادی شدہ عورتوں کو طلاق، گھریلو مظالم، اور آزادی کے نام پر درغلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مسلمان عورتوں کو پیسے دے کر، نقاب پہنا کر اسلام مخالف بیانات ریکارڈ کروائے جا رہے ہیں اور انہیں سوشل میڈیا پر وائرل کیا جا رہا ہے۔ مسلم لڑکیوں کو درغلانے کے لئے بہت ہی خطرناک منصوبے کے تحت کام ہو رہا ہے۔ اس کے لئے باضابطہ نوجوان لڑکوں کو ٹریننگ دی جاتی ہے۔ انہیں خاص طور سے اردو زبان سکھائی جاتی ہے۔ لڑکیوں کے اندر جلد متاثر ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ لہذا جب وہ غیر مسلم لڑکوں کی زبان سے اردو زبان کے الفاظ اور اشعار سنتی ہیں تو فطری طور پر متاثر ہوتی ہیں اور یہیں سے ان کی بربادی کی داستان شروع ہو جاتی ہے۔ نوجوان نے بتایا کہ ہندو تنظیموں کی جانب سے ایک مسلمان لڑکی کو گمراہ کرنے کے عوض دو لاکھ روپے کی پیشکش کی جاتی ہے۔ ساتھ ہی یہ شرط بھی عائد کی جاتی ہے۔

(بقیہ..... صفحہ..... ۴۰..... پر)

سوال و جواب

س: بہت سے لوگ ولیمہ کے ساتھ حقیقہ بھی کرا دیتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

ج: ولیمہ میں حقیقہ کرایا جاسکتا ہے۔ لیکن جو لوگ ولیمہ وغیرہ کی دعوتوں میں نیوتہ لیتے ہیں، اگر حقیقہ کرنا ہے تو انہیں نیوتہ لینا چاہئے، اس لئے کہ اس میں معاوضہ کا شبہ ہے، اور حقیقہ کے گوشت کا عوض لینا ناجائز ہے۔ (ویسے بھی نیوتہ کی رسم غیر شرعی ہے)

البتہ حقیقہ میں سنت یہ ہے کہ ساتویں دن کیا جائے، اس کے لئے ولیمہ کا انتظام کرنے میں یہ سنت چھوٹ جائے گی۔ (دیکھئے فتاویٰ رحمیہ - 6/171، 172)

س: استخاضہ میں اگر کسی عورت نے قرآن مجید چھونے کے لئے وضوء کیا، تو کیا وہ اس وضوء سے فرض نماز پڑھ سکتی ہے؟

ج: اس وضوء سے نماز پڑھ سکتی ہے اور کوئی بھی ایسا کام کر سکتی ہے جس کے لئے وضوء ضروری ہوتا ہے، بشرطیکہ وضوء کرنے کے بعد کسی نماز کا وقت نہ نکل جائے، اس لئے کہ مستخاضہ معذور ہے، اور معذور کا وضوء اس سے نہیں ٹوٹتا تا آنکہ نماز کا وقت نکل جائے۔ (ہندیہ: 1/41)

س: آج کل تراویح میں پیسے لئے جاتے

ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

ج: باقاعدہ طے کر کے تراویح کی اجرت لینا ناجائز ہے، طے کئے بغیر بھی اگر دل میں امید ہو کہ کچھ طے گا تو اس وقت بھی لینا مکروہ ہے، اگر صورت یہ ہو کہ نہ تو طے کیا جائے، نہ طے کی امید ہو، نہ ہی حافظ صاحب کو دینے کے لئے چندہ کیا جائے، لیکن انفرادی طور پر کوئی بطور تحفہ کچھ دے دے تو اس میں کچھ حرج نہیں، البتہ اگر بوجہ اللہ تراویح پڑھانے والا نہ طے تو فقہاء نے یہ حیلہ لکھا ہے کہ تراویح پڑھانے والے کو امام یا نائب امام مقرر کر کے اس کے ذمہ ایک دو وقتوں کی نماز کر دی جائے اور باقاعدہ کوئی تنخواہ مقرر کر دی جائے، تو اس طرح حافظ کے لئے تنخواہ لینا جائز ہوگا۔

(شامی - 5/38 رحمیہ: 4/391)

س: جب نماز کی امامت کرنی ہو تو حدیث میں تخفیف کا حکم دیا گیا ہے، اس تخفیف کا معیار کیا ہے، اگر کوئی امام قومہ اور جلسہ کی دعائیں پڑھتا ہے تو کیا اس امام کی گرفت کی جائے گی؟

ج: نماز کی امامت کرتے وقت حدیث شریف میں تخفیف کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس کا معیار خود حدیث ہی میں بتا دیا گیا ہے کہ مقتدیوں میں معمر مریض اور حاجت مند

ہوتے ہیں، تو سنت کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کا بھی خیال رکھا جائے کہ ان کو مشقت اور زحمت نہ ہونے پائے۔ کتب فقہ میں اس کی تعبیر اس طرح کی گئی ہے کہ مقتدیوں کو اکتادینے کی حد تک اضافہ نہ کرے، جہاں تک قومہ اور جلسہ کی دعاؤں کا تعلق ہے تو انکا اضافہ کرنا احناف کے یہاں بھی جائز ہے، لہذا ان دعاؤں کے پڑھنے پر امام پر طعن و تشنیع کرنا جائز نہیں۔ (ہندیہ: 1/75، شامی - 1/373، 374، امداد الفتاویٰ - 1/200، 201، رحمیہ - 4/300)

س: موبائل کی گھنٹی میں قرآن شریف کی آیت اذان نعت یا درود شریف لگانا کیا کیسا ہے؟

ج: رنگ ٹون کے طور پر قرآنی آیات اذان، درود شریف اور نعت جیسی چیزوں کا استعمال بے محل ہے، اس میں توہین کا پہلو پایا جاتا ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص لوگوں کو اپنی آمد کی خبر دینے کے لئے "یا اللہ" کہے تو یہ مکروہ ہے، ظاہر بات ہے کہ رنگ ٹون کا مقصد بھی یہ اطلاع دینا ہوتا ہے کہ کوئی شخص آپ سے بات کرنا چاہتا ہے، لہذا یہ بھی بے محل استعمال ہو کر مکروہ ہوگا، مزید یہ کہ بعض اوقات آدی استیجا خانے میں ہوتا ہے اور کال آنے لگتی ہے اس میں ایک مزید اہانت کا پہلو ہے، لہذا اس طرح کی چیزیں رنگ ٹون میں لگانے سے احتراز کرنا چاہئے اور کوئی سادہ گھنٹی لگائینی چاہئے۔ (شامی - 5/306، رحمیہ: 10/335)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

ڈیپٹر انٹ (امریکہ) کی ایک خاتون پولیس عہدیدار کا قبول اسلام

میرا نام راکیل ہے اور میں نے 24 فروری 2017ء کو اسلام قبول کیا۔ امریکہ کے شہر ڈیپٹر انٹ میں، میں نے 1996ء سے 2004ء تک پولیس کی خدمات انجام دیں، اور ایک اچھے ذمہ دار اور ایماندار پولیس عہدیدار کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری نبھائی۔ اسی دوران یعنی 2002ء میں ایک دن جب میں اپنی ڈیوٹی پر تھی کسی نے مجھ پر گولی چلا دی، جس کی وجہ سے میں شدید زخمی ہو گئی، لیکن سخت زخمی ہونے کے باوجود اس حادثہ میں میری زندگی بچ گئی۔ زخمی ہونے کے دوران میں نے موت کو بہت قریب سے دیکھا تھا، نہ جانے کیوں اس واقعہ کے بعد مجھے مسلسل یہ محسوس ہونے لگا کہ میں ایک نئی زندگی جینے جا رہی ہوں، اس وقت تک میں نے صرف خدا کا نام سنا تھا، لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی عبادت کس طرح کی جائے۔ حالانکہ میرا تعلق عیسائیت سے تھا، لیکن یہ تعلق محض عیسائی گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سوچنا شروع کیا کہ کون سے خدا کی عبادت کروں۔ کس عقیدہ کو

اپناؤں، کون سے مذہب سے خود کو وابستہ کروں۔ یہاں تک کہ میری ملاقات کچھ مسلمانوں سے ہوئی، جن کے ذریعہ میں مذہب اسلام سے روشناس ہوئی۔ ان سے کئی ملاقاتیں رہیں اور ان سے بہت سی معلومات حاصل ہوئیں، نتیجہ میں مجھے لگا کہ اب مجھے زندگی کے روزمرہ کے معمولات کو بدلنا ضروری ہے۔ اس سے اہم بات جو میرے ذہن نشین ہوئی وہ یہ کہ مجھے موت سے قطعی خائف ہونے کی ضرورت نہیں، اس کا کبھی نہ کبھی آنا نگزیر ہے۔ البتہ ڈر اور خوف خدا کا ہونا چاہئے کیونکہ ہم میں سے کسی شخص کو بھی اس کا علم نہیں کہ کل کیا ہوگا۔ اس لئے بہتر یہی اسی میں ہے کہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر لیا جائے۔ جیسا کہ میں ذکر کر چکی ہوں کہ گولی لگنے کے بعد میں شدید زخمی ہو گئی تھی اور موت کے منہ میں پہنچ چکی تھی، اس وقت تک میں یہ نہیں جانتی تھی کہ مرنے کے بعد میں دوزخ کی آگ کا ایندھن بنوں گی یا نہیں، لیکن اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے اور کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد مجھ پر انکشاف ہوا کہ میں اپنے آپ پر مکمل اعتماد رکھتی ہوں اور

میری زندگی پرسکون اور خوشگوار ہو چکی ہے۔ میں اس بات سے بھی بخوبی واقف ہو چکی تھی کہ اگر آج میرے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے تب میری آخری منزل کیا ہوگی۔

قبول اسلام سے قبل میری مسلمانانہی کے بارے میں کوئی خاص رائے نہیں تھی، نہ ہی میں مسلمانوں سے نفرت کرتی تھی اور نہ انہیں پسند کرتی تھی، کیونکہ میں ہمیشہ ہی سے کھلے ذہن اور وسیع الطرف عورت تھی، مجھ میں یہی ایسی بات تھی جس نے مجھے اپنے خاندان کے افراد کی سوچ سے جدا کر رکھا تھا۔ میں ان لوگوں کو جو مختلف مذاہب پر عمل پیرا تھے عزت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ ایک پولیس عہدیدار کی حیثیت سے مجھے اس بات پر شدید غصہ اور رنج ہوتا جب ڈیپٹر انٹ شہر کے اکثر امریکی مسلمانوں سے نفرت کرتے تھے، خاص طور پر اس نفرت میں نائن کے بعد اور بھی اضافہ ہو گیا۔ میرے لئے یہ بات بہت پریشان کن تھی کہ اس شہر میں بسنے والے مسلمانوں کا صرف یہ تصور تھا کہ وہ مسلمان ہیں۔ جب کہ وہ نہ انتہا پسند تھے اور نہ ہی اس کی تائید کرتے تھے، مجھے اپنے مسلمان دوستوں سے جن کا دوہشت پسندی سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا اکثر و بیشتر اس مسئلہ پر گفتگو کے دوران یہ معلوم ہوا کہ دنیا بھر کے ہر مذہب سے وابستہ افراد میں اچھے اور برے لوگ ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہماری روزمرہ کی زندگی کے ہر شعبہ کے بارے میں بھی یہ بات قطعیت سے کہی جاسکتی ہے، خود میرے

حکمہ میں اچھے اور برے افراد موجود ہیں۔

نائن الیون کے بعد مسلمانوں کے خلاف شدت سے نفرت پھیلنے لگی، جسے میں بحیثیت ایک پولیس عہدیدار کے خاص طور پر محسوس کیا، جس نے میرے ضمیر کو چھوڑ کر رکھ دیا، اور پھر میں نے پولیس کی ملازمت کو خیر باد کہہ دیا اور لاس ویگاس میں سکونت اختیار کر لی۔

ایک نو مسلم کی لاس ویگاس میں زندگی کس طرح گزرتی ہے؟

میں اس شہر کی مسجد میں ہوں اور میرے پاس ضرورت مندوں کو دینے کے لئے کچھ ملبوسات ہیں، میں اور میرے مسلمان ساتھی ان کو ایک میز پر رکھ دیتے ہیں، تاکہ ضرورت مند اپنا سزا دیکھ کر انہیں منتخب کر لیں۔ اس کے علاوہ میں نے گرم کپڑوں کی اچھی خاصی تعداد بھی جمع کر رکھی ہے، تاکہ موسم سرما میں ان کو اپنے ضرورت مند پڑوسیوں میں تقسیم کر دوں۔ مجھے اس بات کا خوب احساس ہے کہ کسی بھی نئی زبان کا سیکھنا ہمت شکن ہوتا ہے، یہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کسی نئے کچھ کو اپنانا۔ جب کہ اسلامی تعلیمات قرآن کی شکل میں عربی زبان میں نازل ہوئی اور اسلام صرف ایک مذہب ہی نہیں بلکہ مکمل ضابطہ حیات ہے، لیکن مجھے اسے قبول کرنے میں میری بے پناہ دلچسپی تھی۔ ابتداء میں مجھے کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ میں گھر میں اکیلی رہتی تھی۔ چنانچہ مجھے ہر بات انٹرنیٹ کے ذریعہ سیکھنی

پڑی، یہاں تک کہ حجاب کس طرح باندھا جاتا ہے۔ ان باتوں کو سیکھتے وقت مجھے خاصا لطف آیا کیونکہ بغیر کسی کی مدد لئے خود سے کوئی عمل سیکھنے میں بڑا ہی سکون ملتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں نے جو کچھ بھی کیا صحیح کیا۔ دو سال سے میں اس پر غور کر رہی تھی، مختلف مذاہب کے بارے میں مجھے کچھ جانکاری ضرور تھی، لیکن خود اپنے مذہب پر عمل کرنے کا تجربہ نہ تھا۔ مجھے اس سے قبل کسی مسجد میں جانے کا بھی اتفاق نہیں ہوا تھا، لیکن میرے مسلم دوستوں نے مسجد اور اسلام کے بارے میں کئی باتیں سمجھائیں۔ میں جب نماز پڑھتی ہوں تو مجھے عربی زبان کی سورتیں یاد نہ ہونے کی وجہ سے سورتوں کی تلاوت نہیں کر سکتی، اس کے باوجود انٹرنیٹ کی مدد سے اس کا انگریزی ترجمہ ادا کر سکتی ہوں، چونکہ ترجمہ سے یہ بات پوری طرح سے سمجھ میں آجاتی تھی کہ میں اللہ کی پناہ میں ہوں، اور مجھے کسی بات کا خوف نہیں۔

قبول اسلام کے بعد میں عجیب سی خوشی اور امن محسوس کرنے لگی، مجھے اسلام کی تعلیمات میں جو بات سب سے زیادہ پسند آئی وہ عورتوں کا ساتر لباس پہننا ہے، کیونکہ عام طور پر لاس ویگاس جیسے شہروں میں مرد، خواتین کو شہوانی نظروں سے گھورتے ہیں، اس وقت اس لباس کی افادیت محسوس ہوتی ہے۔ جیسا میں اسلام کے بارے میں مطالعہ کر رہی ہوں، مجھے اسلام کے حوالے سے کئی معلومات حاصل ہو رہی ہیں جس کی وجہ سے

میری دلچسپی میں اور اضافہ ہو رہا ہے، میں ہر روز قرآن کا مطالعہ کرتی ہوں۔ جس کی بناء پر اسلامی اخلاق سے قریب تر ہوتی جا رہی ہوں، اس معاملے میں میری مدد کرنے والے کئی مسلمان ہیں جو خاص طور پر عربی زبان سیکھنے اور اسلام کے بارے میں مزید معلومات کی جدوجہد میں میری ہر طرح سے مدد کرتے ہیں، اور جو بات میں سمجھ نہیں پاتی اسے دلائل کے ساتھ خوب اچھی طرح سمجھاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے ایسی مسرت اور سکون حاصل ہوا جس سے ماضی میں نا آشنا تھی۔

بقیہ..... سورہ کہف اور چار فتنے

سورہ کہف کے آخر میں اس بات کا ذکر ہے کہ آخرت کی یاد سے ہی انسان تمام فتنوں سے بچ سکتا ہے اور سورہ کہف میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں ان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ فتنوں سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انسان متحرک رہے، ارد گرد کے ماحول کے بارے میں محتاط رہے، زمانے کے نئے نئے فتنوں سے آگاہ رہے۔ ایک اور بات یہ بھی مفسرین نے ذکر کی ہے اس سورت کی ابتداء بھی قرآن کے ذکر سے ہوئی ہے اور انتہا بھی جس کا مطلب یہ ہے کہ فتنوں سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ قرآن کے ساتھ تعلق بنا رہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام فتنوں اور آزمائشوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

بقیہ..... خدا فراموشی کے نتائج

لیکن پھر بھی ایک بھائی دوسرے بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔ ایک انسان دوسرے انسان کا گھر اور دکان جلا رہا ہے اور لوٹ رہا ہے۔ ایک دوسرے کی آبرو پامال کر رہا ہے، ہر طرف ظلم و ستم خود غرضی اور نفس پرستی کا بازار گرم ہے۔ کیونکہ ہم نے خدا فراموشی اور خود فراموشی کو اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے۔ سیرت کے جلسے بہت ہوتے ہیں۔ بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی جاتی۔ پھر بھی ہسپتالوں میں ڈاکٹر اور نرس مریض پر رحم و ہمدردی کے جذبے سے خالی ہیں، عدالتوں میں جج کرسی عدالت پر بیٹھ کر مشق ستم میں مشغول ہیں۔ انتظامیہ کے ہر شعبے میں جدھر دیکھے، انتظامی مشنری ہر چیز سے آراستہ ہونے کے باوجود صرف نظم و نسق قائم کرنے سے محروم ہے، احکام اسلام سے روگردانی عام ہے، فرائض و واجبات تک کا احترام باقی نہیں رہا۔

اس لئے ہم خوشحالی اور ترقی کے لئے جو بھی پلاننگ کرتے ہیں یا منصوبے بناتے ہیں تو نتیجتاً بدحالی اور اخلاقی گراؤت میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا ہے، اس لئے کہ دل ٹھیک نہیں، اس میں ناسور ہو گیا ہے۔ ہمارے لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی طرف رجوع ضروری ہے، اسی میں ہمارا علاج بھی ہے اور وہی ہماری صلاح و فلاح اور استحکام و تحفظ کے لئے ناگزیر بھی.....!!

بقیہ..... غصہ برائیوں کا سرچشمہ

کہ یہ مال میرا مال نہیں ہے اور نہ میرے باپ کا مال ہے اور نہ میری ماں کا مال ہے، اور ابو مسلم سچ کہتے ہیں پھر حضرت معاویہؓ نے یہ حدیث فرمائی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”غصہ شیطان کی طرف سے ہے، اور شیطان آگ سے ہے اور پانی آگ کو بجھاتا ہے، لہذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وہ غسل کر لے“ حدیث سنانے کے بعد آپ نے لوگوں سے کہا کہ صبح آ کر لوگ اپنے وظیفے لے لیں۔ (تاریخ دمشق 59169، حلیۃ الاولیاء 2130)

6- جب آدمی کو غصہ آئے تو سکوت اور خاموشی اختیار کر لے، حدیث میں ہے، کہ ”واذا غضب احدکم فلیسکت۔“ (مسند احمد 1239) اور جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے خاموشی اختیار کر لینا چاہئے۔

خاموشی بھی غصہ کا ایک عظیم علاج ہے اس لئے کہ غصہ کی حالت میں آدمی سے گالی گلوچ، طلاق وغیرہ بعض ایسی باتیں صادر ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے بعد میں پچھتاوا اور افسوس بھی ہوتا ہے اور بڑے نقصانات بھی اٹھانے پڑتے ہیں، اس لئے غصہ کے وقت اگر خاموشی اختیار کر لی جائے تو ان تمام شرور سے بچا جا سکتا ہے۔

بقیہ..... کیا ہماری بہنیں محفوظ ہیں؟

کہ چھ مہینے سے سال بھر کے اندر اندر لڑکی کو اس حالت میں لاکھڑا کرنا ہے کہ وہ یا تو خودکشی کر لے یا ساج میں منہ دکھانے کے لائق بھی نہ رہے۔ نوجوان کی باتوں نے مجھے اندر تک ہلا کر رکھ دیا۔ میں نے اپنے حوصلے کو جمع کرتے ہوئے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ اس سے سوال کیا کہ ”آپ کے پاس ایک اچھا موقع ہے، آپ دو لاکھ روپے کی پیشکش کیوں ٹھکرارہے ہیں؟“ میرے اس سوال پر وہ انتہائی سنجیدہ ہو گیا، کہنے لگا۔ ”بھائی جان! ظلم ہندو کرے یا مسلمان، ظلم ظلم ہی ہوتا ہے، اوپر والا ظلم کرنے والے کو کبھی معاف نہیں کرتا۔“

نوجوان کی منزل آچکی تھی۔ آداب، سلام اور مصافحہ کر کے بس سے اتر چکا تھا۔ اس کے جانے کے بعد میں سوچتا رہا کہ کیا ان منصوبوں کو ناکام بنانے کے لئے ہمارے پاس بھی کوئی منصوبہ ہے؟ کیا ہماری بہنوں کے اندر وہ قوت ایمان ہے کہ وہ ان ظالموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکیں؟ کیا مسلم لڑکیوں کی تربیت کا ہمارے پاس ایسا کوئی انتظام ہے کہ کوئی انہیں گمراہ نہ کر سکے؟ مجھے نہیں معلوم کہ جس نوجوان سے میری بلائیاں ہوئی اس کی باتوں میں کتنی سچائی تھی، ممکن ہے وہ خود ”کسی منصوبہ“ کے تحت کام کرتا ہو لیکن اس کی باتوں نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کہہ گھر سے باہر اسکول، کالج اور یونیورسٹیز میں ہماری بہنیں محفوظ ہیں؟

اور انہوں نے اپنی تقریر ختم کر دی

مقررین ناظم جلسہ کو مجبور کرتے ہیں کہ ان کو اس وقت دعوت اسٹیج دی جائے جب جلسہ شباب پر ہوا حاضرین میں سے تمام یا اکثریت جلسہ گاہ میں موجود ہوں اگر مقررین کی فہرست طویل ہونے کی وجہ سے ناظم جلسہ ان کے حکم کی تعمیل نہیں کر پاتے تو ناراض ہوتے ہیں اور آئندہ نہ آنے کی دھمکی دیتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ آج ہماری زیادہ تحریریں، تقریریں اور وعظ و نصیحتیں علمی رعب جمانے اور عوام الناس کو متاثر کرنے کے لئے ہوتی ہیں اخلاص و اللہیت کا اور خلوص و صداقت کا دور دور تک پتہ نہیں ہوتا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وعظ و بیان پند و نصیحت اور تقریروں و تحریروں میں وہ اثر نہیں رہا جیسا ہونا چاہیے، شاعر نے انہیں جیسے واعظین اور مقررین کے لئے کہا تھا۔

واعظ کا ہر ارشاد بجا تقریر بہت دلچسپ مگر آنکھوں میں سرور عشق نہیں چہرے پہ یقین کا نور نہیں لہذا ضرورت ہے کہ ہم اپنی تحریروں اور تقریروں میں خلوص و اللہیت پیدا کریں ہمارا سارا کام، لکھنا، پڑھنا، وعظ کہنا، نصیحت کرنا، تحریک اور تنظیم قائم کرنا وغیرہ سب اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ہو۔ عوام الناس کو متوجہ کرنے اور اپنا علمی رعب قائم کرنے کا جذبہ اور خیال نہ ہو۔ اگر ہم نے ایسا کر لیا تو بعید نہیں کہ ہماری باتوں تحریروں اور تقریروں میں وہی روح اور تاثر پیدا ہو جائے اور لوگ کہہ اٹھیں۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا میں نے یہ سبھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

اور معقولی مسئلہ کا انہائی فاضلانہ بیان ہونے لگا تو وہ علماء تشریف لائے جن کا حضرت تھانویؒ کو انتظار تھا حضرت تھانویؒ بہت خوش ہوئے لیکن ہوا یوں کہ جوں ہی حضرت شیخ الہند نے ان حضرات کو دیکھا تقریر مختصر کر کے ختم کر دی اور بیٹھ گئے، حضرت فخر الحسن گنگوہیؒ موجود تھے انہوں نے یہ دیکھا تو پوچھا کہ حضرت اب تو تقریر کا اصل وقت آیا تھا آپ بیٹھ کیوں گئے؟ جواب دیا ہاں دراصل یہی خیال مجھے آ گیا تھا (یعنی کہ اب تک تو تقریر خالص اللہ کے لئے ہو رہی تھی، یہ خیال آنے پر کہ اب اپنا علم جمانے کے لئے ہوگی تقریر ختم کر دی) تحفۃ الطلاب والعلماء صفحہ ۱۰۰

مندرجہ بالا واقعہ کو نگاہ حقیقت سے پڑھئے اور اس واقعہ کے مالہ و ماعلیہ کو آئینہ دل میں اتاریے، دل کے نہاں خانہ میں جگہ دیجئے اور پھر غور کیجئے کہ کیا کبھی ہم نے بھی اپنی تقریر اور تحریروں کو خالص اس جذبہ اور مقصد کے لئے روک دیا اور مختصر کر دیا ہے کہ یہ تقریر اور تحریروں تک تو اللہ کے لئے تھی اور اب یہ علمی رعب جمانے کے لئے ہے؟ آج تو مقررین حضرات اور خاص طور پر پیشہ ور

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا پتور میں مدرس تھے، انہوں نے مدرسہ کے جلسہ کے موقع پر اپنے استاذ حضرت شیخ الہند کو بھی مدعو کیا، کانپور میں بعض اہل علم معقولات (فلسفہ و منطق) کی مہارت میں معروف تھے اور کچھ بدعات کی طرف مائل تھے۔ ادھر علماء دیوبند کی توجہ چونکہ خالص دینی علوم کی طرف رہتی تھی، اس لئے یہ حضرات یوں سمجھتے تھے کہ علماء دیوبند کو معقولات میں کوئی مہارت نہیں، حضرت تھانویؒ اس وقت جوان تھے اور ان کے دل میں حضرت شیخ الہند کو مدعو کرنے کا داعیہ ایک یہ بھی تھا کہ حضرت کی تقریر ہوگی تو کانپور کے علماء کو پتہ چلے گا کہ علماء دیوبند کا علمی مقام کیا ہے، اور وہ معقولات اور معقولات دونوں میں کیسی کامل دستگاہ اور مہارت رکھتے ہیں، چنانچہ جلسہ منعقد ہوا اور حضرت شیخ الہند کی تقریر شروع ہوئی۔ حسن اتفاق سے تقریر کے درمیان کوئی معقولی مسئلہ زیر بحث آ گیا اس وقت تک وہ علماء جن کو حضرت تھانویؒ حضرت شیخ الہند کی تقریر سنانا چاہتے تھے جلسہ میں نہیں آئے تھے، جب تک تقریر شباب پر پہنچی

हमारी हिन्दी पुस्तकें

किताब का नाम	लेखक	मूल्य
मन्सबे पैगम्बरी	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	100.00
नबीयों के किस्से १,२	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	120.00
नबी-ए-रहमत	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	250.00
दस्तुरे हयात (जीवन का पथ-प्रदर्शक)	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	70.00
सभ्यता और संस्कृति पर इस्लाम की.....	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	70.00
भारतीय मुसलमान एक दृष्टि में	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	80.00
मदीने की डगर	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	70.00
मानवता का संदेश	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	50.00
मानवता का स्तर	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	50.00
जग के मोहसिन	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
अच्छे-अच्छे नाम अल्लाह के	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	25.00
इस्लाम मुकम्मल दीन मुस्तकिल.....	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
निशाने राह	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
नारी की प्रतिष्ठा और उसके.....	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
हिन्दुस्तानी मुसलमानों से साफ.....	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
इस्लाम एक परिचय	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	40.00
नौजवानों के नाम	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
इस्लाम क्या है?	मौलाना मनजूर नोमानी	60.00
आदर्श शासक	मौलाना अब्दुस्सलाम किदवाई नदवी	35.00
तूफान से साहिल तक	मोहम्मद असद	50.00
समान सिविल कोड	मौलाना सैय्यद मोहम्मद राबे हसनी नदवी	10.00
मुहम्मद सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम	मौलाना सैय्यद मोहम्मद राबे हसनी नदवी	250.00
तोहफ-ए-रमजान	मौलाना सैय्यद मोहम्मद राबे हसनी नदवी	40.00
हमारे हुजूर	अमतुल्लाह तसनीम	20.00
इस्लाम और इस्लामी.....	मौलाना इलियास नदवी भटकली	35.00
सीरत सुलतान टीपू शहीद	मौलाना इलियास नदवी भटकली	220.00
Total		1705.00
Rate After Disc & Includign Postal Charges		900.00

मजलिस तहकीक़ात व नशरियाते इस्लाम

पो० ब० न०: 93- नदवा कैम्पस नदवतुलउलमा, लखनऊ

फोन न० : 0522.2741539

मोबाइल न० : 9889378176

इ-मेल : airpnadwa@gmail.com